سہ ماہی مجلہ

عالمی تحریکِ جہاد کا داعی

# الملحمہ

صفر المظفر 1443ھ ستمبر 2021ء

9/11



# الملحمہ

رسول اللہ ﷺ نے دجال کے آنے سے قبل ایک بڑی جنگ کی پیش گوئی فرمائی ہے جسے "**الملحمۃالکبریٰ**" کہا جاتا ہے، یہ جنگ حق وباطل کے مابین آخری جنگ ہو گی جو کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال کے قتل پر اختتام پذیر ہو گی۔بظاہر دُنیا کے حالات اس جنگ عظیم کی طرف بڑھ رہے ہیں بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس جنگ کی ابتدائی جھلکیاں نظر آنا شروع ہو چکی ہیں۔ دجال کے خروج تک دو گروہ بالکل الگ الگ ہو جائیں گے ایک دجال کا ساتھ دینے والا اور دوسرا دجال سے ٹکرانے والا۔ احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دجال کے چنگل سے بچ جانے والا گروہ وہی ہو گا جس نے اپنے آپ کو ایمان و تقویٰ سے مزین کیا ہوا ہو گا، جو ہر طرح کے طاغوت سے بغاوت کرنے والا اور اس سے ٹکرانے والا ہو گا اور اس گروہ سے وابستہ افراد اللہ سے اپنی جانوں کے سودے کر چکے ہوں گے ،یہی وہ لوگ ہوں گے جو قیامت تک حق پر قائم رہنے والے ہوں گے۔

آج کا دور فتنوں کا دور ہے، اہل ایمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان فتنوں سے آگاہی حاصل کریں اور اپنے آپ کو ان فتنوں سے بچاتے ہوئے دجال کے مقابلہ کیلئے کمر بستہ ہو جائیں، حق اور اہل حق کو تلاش کرکے اپنی زندگی حق پر گزارنے کا عزم مصمم کر لیں۔

نبی الملاحم ﷺ کی اُمت کو دجال کے فتنوں اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے باخبر رکھنے، مجاہدین اسلام کے مابین وحدت و تعاون کی فضاء مضبوط کرنے، جہاد سے متعلق شرعی اہداف و مقاصد بیان کرنے اور غلبہ اسلام کی تحریکوں سے وابستگی اختیار کرنے والے افراد کی درست فکر و منہج کی طرف رہنمائی کرنے،...**غزوۂ ہند** اور '**الملحمۃ الکبریٰ**' کی تیاری کیلئے کی جانے والی کوششوں میں سے ایک کوشش کا نام " **مجلہ الملحمہ**" ہے۔

سہ ماہی مجلہ

عالمی تحریکِ جہاد کا داعی

# الملحمہ

جلد ۱ / شمارہ ۱، صفر المظفر ۱۴۴۳ھ / ستمبر ۲۰۲۱ء

مدیر اعلیٰ: اسد اللہ مدنی

نائب مدیر: سیف اللہ

مجلسِ مشاورت

مولانا فیصل صدیقی

قاری عبد الہادی

## فہرست



تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے






t.me/alMalhamah

ادار یہ:



# ناز تھا اپنی طاقت پہ جن کو وہ گھر کو واپس پلٹ چکے ہیں

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد

گیارہ ستمبر 2001ء کو اکیسویں صدی کا ''یوم الفرقان'' کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ یہ وہ دن ہے جس کی وجہ سے نام نہاد مسلمان حکمرانوں کا دوغلہ پن کھل کر سامنے آیا۔ فرعونِ وقت بش کے رعونت بھرے اعلان '' ہماری طرف یا ہمارے دشمن (مجاہدین) کی طرف'' کے بعد چار درجن سے زائد طاغوتی ممالک کفر کا سرغنہ امریکہ کی سربراہی میں دجالی لشکر کا ہر اول دستہ بنے جس میں نام نہاد اسلامی ریاستوں نے بھی شرکت کو اپنے لئے فخر سمجھا۔ ایسے وقت میں صرف امارتِ اسلامیہ ہی وہ واحد ریاست تھی جس نے اس شیطانی لشکر کے خلاف ڈٹ کر کھڑا ہونے کا اعلان کیا!

پوری دُنیا دو گروہوں میں بٹ گئی، ایک حزبُ اللہ اور دوسرا حزبُ الشیطان! مادی اعتبار سے کئی گنا طاقتور دشمن کے خلاف بے سرو سامان مجاہدین محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت و تائید کے بھروسے صف آرا ہوئے اور بالآخر نظام دجالی کا عصر حاضر میں سب سے بڑا محافظ اور اس نظام کو چلانے والا، کفر کا سرغنہ، طاغوت اکبر 'امریکہ' ایک جان توڑ، بیس سالہ جنگ کے بعد زخموں اور تھکاوٹ سے چور ہو کر عصر حاضر کی اسلامی ریاست 'امارت اسلامیہ افغانستان' کے سامنے تسلیم ہو کر اپنے حواریوں سمیت خطہ خراسان سے ناک رگڑتا ہوا فرار ہوا، الحمد للہ۔

گیارہ ستمبر کو ہونے والے حملے اس معرکے کا مقدمہ تھے، دنیا میں جاری اس جنگ کے پہلے معرکہ میں اسلام اور اہل اسلام غالب ہوئے اور یہ فتح ملت اسلامیہ کیلئے بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن! کفر اکبر اور نظام دجالی نے ابھی دم نہیں توڑا بلکہ عالمی کفریہ طاقتیں افغانستان میں ہزیمت کے بعد خطے کی دیگر طاغوتی ریاستوں کے ساتھ مل کر نہ صرف امارت اسلامیہ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں، بلکہ دیگر جہادی تحریکوں کو محدود کرنے، انہیں طاغوتی حکومتوں کے متعین کردہ دھارے میں شامل کرنے اور جہادی تحریکوں کو آپس کی لڑائیوں میں الجھانے کے لیے بھی سرگرم دکھائی دیتی ہیں! فرعونِ عصر کا افغانستان کے پہاڑوں اور صحراؤں سے بھاگنا تازہ دم ہونے کے لیے ہے۔

اکیسویں صدی عیسوی میں جاری کفر و اسلام کی یہ جنگ اب اگلے مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے، افریقہ کے مغرب میں فرانس، مشرقی افریقہ میں 'افریقی یونین' اور مشرق وسطیٰ میں سعودی عرب و متحدہ عرب امارات کی صورت میں 'عرب

یہودی 'اسلام اوراہل اسلام کی سرکوبی کیلئے امریکہ واسرائیل کے سامنے سربسجود ہیں، فلسطین پر یہود ملعون براہ راست قابض ہیں اورارض شام پر قدیم وجدید صلیبی اوران کے اتحادی اپنی سیاسی بساط بچھائے ہوئے ہیں۔

برصغیر میں کفر کی آلہ کار وخدمت گاراوراسلام واہل اسلام کی قدیم دشمن قوت 'بھارت' موجود ہے۔ تقسیم ہند کے وقت شاطر انگریز نے مسلمانوں کو دبانے کیلئے "ڈپلومیسی" کے تحت ہندوؤں کا انتخاب کیا تھا، ان ہندوؤں کی اسلام واہل اسلام سے دشمنی صرف اس انتخاب کے سبب نہیں بلکہ وہ خود کو ایک قدیم تہذیب سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو اس تہذیب کا 'غارت گر' جان کر اہل اسلام کے دشمن ہیں اوراس خطہ میں ہر قسم کی بالادستی چاہتے ہیں، مذہبِ 'ہندوتوا' اسلام کو ایک اجنبی، غاصب اور شدت پسند مذہب اور مسلمانانِ برصغیر کو 'گھس بیٹھیے' قرار دیتا ہے، ہندوتوا فکر و نظریہ اسلام واہل اسلام کا صرف زبانی کلامی مخالف نہیں ہے بلکہ یہ ایک زمانے سے عملاً ہندوستان میں فکری و عسکری تیاری[1] میں مگن تھا، کچھ کچھ وار ماضی میں بھی کرتا رہاہے اورآج تو حاکم و مقتدر بھی ہے۔

بابری مسجد کی شہادت، احمد آباد و گجرات میں قتل عام ، مظفر نگر کے فسادات، گاؤکشی کے بدلے مسلم کشی، گھر واپسی، پورے ہندوستان خصوصاً آسام وبنگال میں این آرسی اور سی اے بی، دلی فسادات ، اور سب سے بڑھ کر کشمیر میں دفعہ ۳۷۰ کا خاتمہ اور قریباً ایک کروڑ مسلم آبادی پر لاک ڈاؤن اور کرفیو کا نفاذ، یہ سب ہندوتوا کے چند مظاہر ہیں۔

پورے ہندوستان میں یہی ہندوتوا فکر ہی غالب ہے ،یہی ہندوتوا ہی ہے جو مسلمانوں کو جبراًہندو بنانے کے راستے پر گامزن ہے جو نہ مانے تو اس کو تلواروں اور خنجروں سے کاٹ دینے کے درپے ہے، برصغیر میں جنگ کی ٹھیکیداری عالمی کفر کی طرف سے اسی ہندوتوا کے علمبردار بھارت کے پاس ہے ،اسے امریکہ واسرائیل کی آشیر باد بھی حاصل ہے کھربوں ڈالروں کے دفاعی و معاشی معاہدے بھی اسی کا جزو ہیں۔

محمد بن قاسم ،سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، اورنگ زیب عالمگیر، سراج الدولہ ، ٹیپو سلطان، سید احمد شہید وسید اسماعیل شہید، سید تیتو، حاجی شریعت اللہ، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہم اللہ یہ سب اسی جہاد ہندوسندھ کے نام ہیں جس جہاد کی تکمیل آخر زمانہ میں اس شان سے ہونا ہے جس شان سے مخبر صادق، نبی الملاحم ﷺ نے فتح و ظفر، جنت کے حصول اور جہنم سے آزادی کی بشارتیں دی ہیں

---

[1] ہندوستان میں جگہ جگہ شاکا یونٹ کے نام سے یونٹس بنے ہوئے ہیں جہاں شام پانچ بجے نوجوان اکٹھے ہوتے ہیں، یہاں ان کو عسکری و فکری تربیت دی جاتی ہے انکی برین واش کی جاتی ہے اور مسلم کشی کیلئے یہیں سے نوجوان بھرتی کئے جاتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"میرے جگری دوست رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے بیان کیا اور فرمایا: اس امت میں سندھ وہند کی طرف لشکروں کی روانگی ہو گی، اگر مجھے کسی ایسی مہم میں شرکت کا موقع ملا اور میں اس میں شہید ہو گیا تو ٹھیک، اگر واپس لوٹ آیا تو میں ایک آزاد ابو ہریرہ ہوں گا جسے اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہو گا[2]"

امارت اسلامیہ کا دوبارہ قیام امت مسلمہ کے لیے اس صدی کی سب سے بڑی خوشخبری ہے، بڑی خوشخبری کی وجہ یہ ہے کہ نہ صرف اسلامی سرزمین کفار کے قبضے سے آزاد ہوئی ہے بلکہ امتِ مسلمہ کو شرعی اصولوں کے مطابق ایک اسلامی ریاست بھی میسر آگئی ہے۔ امارت اسلامیہ کے قیام کے ساتھ ہی اس خطے کی جہادی تحریکیں ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہیں۔ کشمیر سے فلسطین تک اسلامی مقبوضات کی آزادی کے لیے ہنگامہ خیز جنگوں کا وقت بھی بہت قریب آ گیا ہے۔

آیئے! اسلام واہل اسلام کے دفاع کی خاطر، بیت المقدس وبابری مسجد اور اسی طرح کی سینکڑوں مساجد کی تقدیس کی خاطر، شام، فلسطین، کشمیر، برما، ایغور میں بہنوں کے آنچل کی حفاظت کی خاطر، پوری دنیا بالخصوص ہندوستان میں کٹتے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر، اسلام آباد سے دلی اور دلی تا ڈھاکہ اور ڈھاکہ تا رنگون پورے برصغیر کو پھر سے اسلام کا گہوارہ بنانے کی خاطر، غزوہ ہند کے لشکروں میں شامل ہو جایئے، اور پوری دنیا میں نفاذِ شریعت محمدی ﷺ کی خاطر لشکرِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ومہدی علیہ الرضوان کا حصہ بن کر اس "**ملحمہ**" میں شامل ہو جایئے۔

---

[2] مسند احمد

فہم قرآن:

# تعارفی مضمون

مولانا شاہ حسین احمد

یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ آخری کتاب ہے جس میں کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور بلا کسی تحریف کے ہم تک پہنچی ہے۔ اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے خود اپنے ذمے لی ہے۔ یہ کتابِ مقدس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر رہتی دنیا تک مشعلِ راہ بنی رہے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتنا جامع اور مانع بنایا ہے کہ ایمانیات، عبادات، معاملات، سماجیات، معاشیات واقتصادیات کے اصول قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ ہاں! ان کی تفصیلات احادیثِ نبویہ میں موجود ہیں۔ قرآن کریم مسلمانوں کی بنیادی مذہبی کتاب ہے۔ اس کتاب میں انسان کی ہدایت کے لیے مکمل رہنمائی موجود ہے، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا تعلق اس کتاب سے روز بروز منقطع ہوتا جارہا ہے۔ یہ کتاب ہماری مسجدوں اور گھروں میں الماریوں کی زینت بن کر رہ گئی ہے، نہ تلاوت کا اہتمام ہے، نہ سمجھنے کی کوشش کی جارہی ہے اور نہ ہی اس کے احکامات پر عمل کے بارے میں سوچا جارہا ہے۔

بد قسمتی سے آج کا مسلمان دنیا کی دوڑ میں اس طرح گم ہو گیا ہے کہ قرآن کریم کے احکام ومسائل کو سمجھنا تو درکنار اس کی تلاوت کے لیے بھی وقت نہیں ہے۔ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ ہمیں قرآن اور قرآنی علوم پر توجہ دینی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو سب سے بہتر قرار دیا ہے جو قرآن کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

فہم قرآن کے سلسلے کا اجراء کا مقصد قرآنی مضامین کو قارئین تک پہنچانا ہے۔ اس سلسلے میں قرآنی آیات کے ترجمے اور تشریح کا التزام کیا جائے گا۔ اس بات کا خصوصی اہتمام کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلے میں قرآنی آیات اور تشریح کو موضوعاتی انداز میں لایا جائے۔ ایک مضمون میں ایک ہی موضوع سے متعلق چند آیات اور ان کی تشریحات کو یکجا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

آج کے اس مضمون میں ہم قرآن سے متعلق چند بنیادی باتیں ذکر کرنے کی کوشش کریں گے۔

## قرآن کیا ہے؟

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انس وجن کی رہنمائی کے لیے آخری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں۔ قرآن کریم لوحِ محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے ملأ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تحریر ہیں، وہ کسی بھی تبدیلی سے محفوظ ہونے کے ساتھ شیاطین کے شر سے بھی محفوظ ہیں، اس لیے اس کو لوحِ محفوظ کہا جاتا ہے۔ اس کی شکل وصورت وحجم کیا ہے؟ ہم نہیں جانتے، مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں اس پر ایمان لانا لازم ہے۔

قرآن کریم عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اُتارا ہے جو عربی زبان میں ہے، تاکہ تم سمجھ سکو۔“ (یوسف: ۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے، مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اس کتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، جیسا کہ یہ مضمون سورۃ آل عمران میں موجود ہے۔

## نزولِ قرآن:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی، جس کی تفصیل احادیث میں آتی ہے:

۱ -: کبھی گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی اور آواز نے جو کچھ کہا ہوتا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد ہو جاتا۔ جب اس طریقہ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔

۲ -: کبھی فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ کو پہنچا دیتا۔ ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرائیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

۳ -: کبھی حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں تشریف لاتے تھے۔

۴ -: بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم کلامی بھی ہوئی۔ یہ صرف ایک بار معراج کے موقع پر ہوا۔ نماز کی فرضیت اسی موقع پر ہوئی۔

۵ -: حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کوئی بات القاء فرما دیتے تھے۔

فہم حدیث:

# تعارفی مضمون

مولانا عبد الرزاق شاھین

ذخیرہ احادیث اہل اسلام کے لیے ایسا بیش بہا خزانہ ہے، جس کی افادیت سے ہر اہل علم واقف ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاک فرامین کی بدولت آج بھی مسلمان جہالت کی کن کن گھاٹیوں سے محفوظ ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے اپنا رشتہ احادیث سے جوڑ رکھا ہے۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاک ارشادات قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی اجتماعی وانفرادی زندگی میں کامیابی کے لیے مشعل راہ ہیں۔ دوسری طرف یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں کہ حدیث پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ اس کا صحیح فہم بھی انسان کو میسر ہو۔

فہم حدیث کے اس سلسلے میں کوشش ہوگی کہ احادیث کو موضوعاتی ترتیب پر بیان کیا جائے اور اسے فہم قرآن کے سلسلے کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ یعنی جو موضوع فہم قرآن کے سلسلے میں بیان ہوگا اسی موضوع کو فہم حدیث کے تحت بھی لایا جائے گا۔ سلسلے کے آغاز سے پہلے ضروری ہے کہ ہمیں علم حدیث کا کچھ تعارف حاصل ہو اور اس علم کی اہمیت کا اندازہ ہو۔ چنانچہ آج کے اس مضمون میں ہم حدیث کے تعارف اوراس کی اہمیت کو مختصر انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

## علم حدیث کا تعارف:

"جناب سرور کائنات، فخر موجودات، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، حضرت محمد کے بے شمار معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر پہلو کے معاملات تاریخ کے میں موجود بھی ہیں اور محفوظ بھی۔ آپ جناب نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی حیات مبارکہ کے بچپن سے نہیں ولادت سے نہیں ولادت سے پہلے کے حالات سے لے کر حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے وصال تک کسی لمحے کے معاملات معلوم کرنا چاہیں آپ کو تاریخ میں محفوظ ملیں گے۔ یہ جناب نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے معجزات میں ایک بڑا معجزہ ہے، اسلام کی صداقت کی دلیلوں میں ایک بڑی دلیل ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں اور محنت میں سے ایک بڑی محنت ہے۔ صحابہ کرامؓ کا کمال یہ ہے، ان کا کارنامہ یہ ہے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی باتیں محفوظ کی ہیں، باتوں کے ساتھ ماحول محفوظ کیا ہے کہ یہ سفر کی بات ہے، یہ حضر کی بات ہے، یہ مکہ کی بات ہے، یہ خیبر کی بات ہے، اور ساتھ ہی انداز تخاطب کو بھی محفوظ کیا ہے کہ یہ بات حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ہنستے ہوئے کہی تھی، یہ ڈانٹتے ہوئے کہی تھی، یہ حضورؐ

نے ہونٹ ہلاتے ہوئے کہی تھی، یہ کھجوریں کھلاتے ہوئے کہی تھی، پوری کیفیات بھی محفوظ کی ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے ماحول کا فرق بھی محفوظ رکھا ہے۔ یہ بات گھر میں کی تھی، گھر والوں سے پوچھو۔ یہ لڑائی میں کی تھی، لڑائی والوں سے پوچھو۔ یہ مذاکرات میں کی تھی، مذاکرات والوں سے پوچھو۔ یہ دوستوں میں بیٹھ کر گپ شپ میں کی تھی، گپ شپ والوں سے پوچھو۔

اسماء الرجال ایک مستقل فن ہے، کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔ حدیث کے علوم میں ایک علم ہے "اسماء الرجال" بندوں کے نام۔ لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کے حالات محفوظ ہو گئے اس لیے کہ ان کا نام حضور ﷺ کی کسی حدیث کی سند میں آتا ہے۔ فلاں جگہ پیدا ہوا تھا، فلاں خاندان ہے، فلاں کام کرتا تھا، اس کی عادتیں یہ تھیں، مزاج یہ تھا، ماحول یہ تھا۔ محدثین نے نہ صرف محفوظ کیا ہے بلکہ جانچ پڑتال بھی کی ہے کہ یہ ایسا بندہ تھا، سچ زیادہ بولتا تھا جھوٹ کم بولتا تھا، بولتا تھا یا نہیں بولتا تھا، اس کی عادتیں یہ تھیں، یہ بے پرواہ آدمی تھا یا ذمہ دار آدمی تھا، اس کی پوری زندگی کے حالات کیا تھے۔

جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادات، حضور ﷺ کے معمولات، حضور ﷺ کی کیفیات صحابہ کرامؓ نے جس اہتمام کے ساتھ محفوظ کیے ہیں اور امت کے محدثین نے ان کی درجہ بندی کر کے ان کی جانچ پڑتال کر کے جو کھرا کھوٹا سب واضح کیا ہے یہ اسلام کی صداقت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ ہے، اور اس کو علمِ حدیث کہتے ہیں۔"

## علم حدیث کی اہمیت:

"آج کے عالمی حالات اور فکری مباحث کے تناظر میں حدیث نبوی ﷺ کی حجیت و مقام اور اہمیت و ضرورت کے علاوہ اس کا وہ تعارفی پہلو بھی بطور خاص اجاگر کرنے کی ضرورت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں بیان کیا ہے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام دین کی کسی بھی بات تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہیں حتٰی کہ قرآن کریم تک رسائی بھی حدیث کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً نزول کے حوالہ سے قرآن کریم کی پہلی پانچ آیات سورۃ العلق کی ہیں جو ہمیں غارِ حرا کے واقعہ سے ملی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا کی غار میں ایک واقعہ پیش آیا جو آپ ﷺ سے سن کر صحابہ کرامؓ نے روایت کر دیا، اسے حدیث کہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہمیں پہلی وحی تک رسائی حاصل ہوئی۔ یہی معاملہ قرآن کریم کی باقی سورتوں اور آیات کا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم سے پہلے حدیث نبوی ﷺ کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر قرآن کریم کی کسی سورت، آیت اور جملہ پر ایمان لانا ممکن ہی نہیں ہے۔"

تزکیۂ نفس:

# اصلاحِ نفس... تعارف واہمیت

مولانا صوفی شمس مجاہد

اسلامی تحریکوں کی کامیابی کے لیے تزکیۂ نفس کس قدر ضروری ہے؟ اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے ہمیں دورِ نبوت کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی نظام کی سب سے پہلی تحریک وہی ہے جس کے نتیجے میں ریاست مدینہ کا قیام وجود میں آیا۔ بعثت نبوی ﷺ سے لے کر ریاست مدینہ کے قیام تک کے پرُ کٹھن اور مشکل حالات سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے سیرت سے تھوڑی بھی شناسائی ہو۔ تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ عام حالات میں اس نوعیت کے مصائب و مشکلات میں گھری، فقر و فاقہ کی شکار کسی جماعت سے انقلابِ عظیم کی توقع نہیں رکھی جاسکتی ہے۔ پھر آخر کیا وجہ تھی کہ ایک چھوٹی سی جماعت نے بے سروسامانی کے باوجود دنیا میں اپنا لوہا منوالیا، کئی گنا زیادہ اسلحہ وساز وسامان سے لیس دشمن کو شکست فاش سے دوچار کیا اور فاتح عالم قرار پائی۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان جب حق وصداقت کو پہچان لے، اسے قبول کرلے اور ایک نظریہ ومشن اپنالے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے اس نظریے سے پیچھے نہیں ہٹا سکتی جب تک کہ اس کے اندر سے علم بغاوت بلند نہ ہوجائے۔ انسان کے نفس میں ہمیشہ بہک جانے کا خدشہ موجود رہتا ہے۔ اس کا دل ودماغ ہمیشہ اس خطرے میں رہتا ہے کہ وہ باہر کے عوامل سے متاثر ہوجائے اور حق وصداقت سے پہلو تہی کرکے عارضی دنیا کا منافع حاصل کرنے کے لیے تیار ہوجائے۔ اس خطرناک ترین چیلنج سے نبرد آزما ہونے کے لیے رب ذوالجلال نے اپنے حبیب ﷺ کو انقلابی جماعت کی تیاری کے لیے دیگر فرائض کے ساتھ تزکیۂ نفس کا فریضہ بھی سونپا۔ اس تزکیہ کی بدولت وہ عارضی دنیا کی لالچ، مفاد پرستی، عجب وتکبر اور اس طرح کے دیگر مہلک امراض سے پاک ہوکر اپنی ساری زندگی رب کی رضا کے لیے وقف کرنے کو آمادہ ہوگئے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں حق سے پیچھے نہیں ہٹا سکی۔ یہ وہ نسخۂ اکسیر ہے جو قیامت تک کی مسلم تحریکوں کے لیے کامیابی کا ضامن ہے۔

"سلسلۂ تزکیۂ نفس" کا بنیادی مقصد اسلامی تحریکوں سے جڑے افراد کو اس فریضے کو طرف متوجہ کرنا اور اس کی جزئیات کو ان کے سامنے لانا ہے۔ اس سلسلے میں ہم تسلسل کے ساتھ تزکیۂ نفس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے قرآن واحادیث کی روشنی میں معروضات پیش کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں خیر و شر کا شعور رکھ دیا اور ساتھ ہی وحی کے ذریعے صراط مستقیم کا تعین کر دیا تاکہ لوگ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزار کر جنت کی ابدی نعمتوں سے مستفید ہوں۔ اس اہتمام کے باوجود انسان اکثر گناہوں کی غلاظت میں ملوث ہو جاتا ہے ۔ گناہوں کی آلودگی کے ساتھ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ گناہوں کی صفائی کا عمل دنیا کی زندگی سے شروع ہوتا اور اللہ کی رحمت سے آخرت میں منتہائے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

اپنی ذات کو گناہوں سے پاک کرنے کو اصلاح میں تزکیہ نفس کہا جاتا ہے۔ تزکیہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا مطلب گناہوں کو دور کرنا اور ان کی صفائی کرنا ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ صفائی کے بعد نیکیوں اور اچھے اعمال کی بنیاد رکھنا اور انہیں نشو نما دینا ہے۔ نفس سے مراد انسانی ذات یا شخصیت ہے۔ چنانچہ تزکیہ نفس کا مفہوم یہ ہوا کہ انسانی شخصیت میں سے برائیوں کو ختم کرنا اور اچھائیوں پروان چڑھانا۔

تزکیہ نفس دیکھنے میں تو ایک سادہ عمل ہے لیکن عملی طور پر دیکھا جائے تو انتہائی مشکل کام ہے۔ لیکن یہی دین کا مقصود ہے اور اسی عمل میں کامیابی کا نتیجہ جنت کی ابدی نعمتوں کی شکل میں نکلے گا۔ جبکہ اس میں ناکامی کا انجام جہنم کے گڑھے ہیں۔ تزکیہ نفس کی اسی اہمیت کی بنا پر قرآن نے اسے براہ راست موضوع بنایا ہے۔

ذیل میں اصلاح نفس سے متعلق چند آیات کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ ان آیات کی روشنی میں تزکیہ کا مفہوم بھی واضح ہو جائے گا اور اس کی اہمیت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

1. اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض اپنی بندگی کیلیے پیدا کیا ہے۔ (الذاریات 56:51)
2. اس بندگی کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ خدا ہی کی بات مانی جائے۔ اسی کے احکامات پر اپنے ظاہر و باطن کو جھکا دیا جائے اور طاغوت کی بات ماننے سے گریز کیا جائے (النحل 36:16)۔
3. اسی بندگی اور تسلیم و رضا کو جانچنے کیلیے اللہ تعالیٰ نے زندگی و موت کا نظام پیدا کیا تاکہ آزمائے کہ کون بہتر عمل کرتا ہے (الملک 2:67)۔
4. (اور) سدا بہار باغات جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اس شخص کے لیے جزا ہے جس نے اپنا تزکیہ (خود کو گناہوں سے پاک) کیا۔ (طہ 76:20)
5. یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ اور وہ نامراد ہو گا جس نے اسے آلودہ کیا۔ (الشمس 91 آیات 9 تا 10)
6. فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا (پاکیزگی اختیار کی)۔ (الاعلیٰ 16:87)
7. "(اے موسیٰ) تو فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے، اور اس سے کہہ "کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ اپنا تزکیہ

کرے"۔(النازعات 79 آیات 17 تا18)"

حضرت ابراہیم نے جب اللہ سے آخری نبی کی بعثت کی درخواست کی تو پیغمبر کی آمد کا ایک اہم مقصد یہی تزکیہ بیان کیا۔

8. "اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو، وہ ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنا دے۔ بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔"(البقرہ 129:2)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے فرائض میں سے ایک فریضہ تزکیۂ نفس کو قرار دیا گیا ہے:

9. بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا، ان کا تزکیہ کرتا (ان کو پاک کرتا) اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔(آل عمران 164:2)

* یہی مضمون ایک اور آیت میں بھی بیان ہوا ہے:

10. "وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا، جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کے (نفس کو) پاک کرتا ہے، اور ان کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے"۔(الجمعہ 2:62)

آخر میں ایک حدیث پیش خدمت ہے جس میں آپ ﷺ نے تزکیۂ نفس کی دعا مانگی ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ صدق دل سے اس دعا کا اہتمام کریں اور اس دعا کو اپنی زندگی کا معمول بنائیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا " .

"اے اللہ میں تجھ سے عاجز ہونے اور سستی اور بزدلی اور بخل اور بڑھاپے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں اے اللہ میرے نفس کو تقوی عطا کر اور اس کا تزکیہ نصیب فرما کہ تو ہی تزکیہ کرنے والوں میں سے بہتر ہے۔ اور تو ہی کار ساز اور مولی ہے اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع دینے والا نہ ہوں اور ایسے دل سے جو ڈرنے والا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول ہونے والی نہ ہو۔( صحیح مسلم:2722)

یومِ تفریق:

# گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کی داستان

از: شیخ ابو البصیر الو حیشی شہیدؒ

اُردو ترجمہ: فیضان چودھری

(شیخ ابو بصیرؒ شیخ اسامہ بن لادنؒ کے رازدان اور قریبی ساتھی تھے، اس مضمون میں آپؒ نے گیارہ ستمبر کی کاروائیوں کے حملہ آوروں، اس کاروائی کی تنفیذ کرنے والوں، القاعدہ سے منسلک مجاہدین کی عمومی سوچ و فکر اور امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین خاص کر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ گفتگو مجاہد ساتھیوں کی محفل میں گپ شپ کے انداز میں کی گئی ہے اس لیے مضمون میں شاید باہمی ربط جوڑنا مشکل ہو لیکن اس میں بہت سے قیمتی تجربات اور نادر واقعات شیخ ابو بصیرؒ نے بیان کیے ہیں۔ ادارہ)

ہمارے مذہبی و دینی معاشروں میں برپا جہادی تحریکیں جاہلیت کا اور اس جاہلیت کے حاملین کا سامنا کر رہی تھیں، ان کا یہ ٹکراؤ اور معرکہ نہایت شدت اختیار کرتا جارہا تھا کیونکہ جہادی تحریکیں مسلمان عوام کو یہ سمجھانے میں کامیاب نہ ہو پا رہی تھیں کہ دراصل ان کے اہداف کیا ہیں اور ان کے جہادی تحریک کو کھڑا کرنے کے پیچھے مقاصد کیا ہیں؟ جس کی وجہ سے ان کا منشور اور قضیہ عام عوام کی سمجھ سے بالاتر بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جہادی تحریکوں کے مقاصد اُن کے لیے ناقابلِ فہم تھے۔

اس مرحلہ پر اسلامی دنیا میں بہت سی جہادی تحریکیں موجود تھیں جو کہ امتِ مسلمہ کے مختلف علاقوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی عبادت سر انجام دے رہی تھیں، وہ نہایت ہی اخلاص، شدت اور جذبے کے ساتھ مقامی طواغیت کے خلاف بر سرپیکار تھیں، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی مجاہدین کا پلڑا بھاری ہو جاتا اور کبھی نظام و طواغیت ان پر حاوی ہو جاتے۔ مجاہدین نہایت ہی شدید حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ طواغیت اور نظام اکثر و بیشتر جہادی تحریک کو مختلف وسائل و طریقہ کار کے ذریعے سے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتے جو ہماری اس گفتگو کا موضوع نہیں ہے، کہ کیسے انہوں نے اسلحہ حاصل کیا؟ انہوں نے امت مسلمہ کے دفاع میں لڑنے والوں کے گرد اپنا گھیرا کیسے تنگ کیا؟ کس طرح وہ عامۃ الناس کے اذہان کو اپنے قابو میں کر پائے؟ انہوں نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے معصوم لوگوں کے ذہنوں کو کیسے اپنے حق میں موڑ لیا؟ لیکن مختصر عرض یہ ہے کہ مجاہدین اور جہادی تحریکوں کے گرد گھیرا تنگ ہو چکا تھا، چنانچہ اسے افغانستان کی صورت میں ایک بہترین

ٹھکانہ میسر آیا جہاں اکٹھے ہونے کے بعد بھی دشمن کی جانب سے اس کا پیچھا نہ چھوڑا گیا بلکہ تمام عالمی و مقامی طواغیت اس کے درپے ہو گئے۔

ہماری جہادی قیادت نے اس صورتحال کا نہایت ہی درست انداز میں تجزیہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی بابت جہادی تحریک کو اس مشکل کا سامنا کرنا پڑرہا ہے اور اس مشکل سے نکلنے کا کیا حل ہے ؟اس موضوع پر گفت وشنید کے لیے کابل و قندھار میں مشائخ کی آپس میں بہت سی مجالس منعقد ہوئیں۔

شیخ اسامہؒ کی سوچ یہ تھی کہ جہادی تحریک کو ایک ایسے دشمن کا سامنا کرنا چاہیے جس کا کفر واضح ہو بجائے اس کے کہ اس دشمن کا کفر شدید ہو۔ لہٰذا اگر مرتدین اور مقامی طواغیت شدید اور گندے کافر ہیں تو عالمی صلیبی صہیونی اتحاد کا کفر نہایت واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ یعنی آپ کے ساتھ دو افراد بھی یہود و نصاریٰ کے خلاف قتال کرنے پر اختلاف نہیں کریں گے لیکن اگر آپ مقامی طواغیت اور مرتد حکمرانوں کے خلاف قتال شروع کر دیں تو آپ کے اپنے لوگ ہی آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دینی اور جہادی جماعتیں بھی اس ہدف پر آپ کے ساتھ متفق نہیں ہو پاتیں، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان جہادی و دینی جماعتوں کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں، مثلاً وہ آپ سے کہیں گے کہ ہم مقامی حکمرانوں کے خلاف فی الحال قتال شروع نہیں کر سکتے، وغیرہ وغیرہ۔۔۔

ایسے افکار کے حاملین کا یہ بھی کہنا تھا کہ۔۔۔

حق کو واضح کرنے کے بعد ہی آپ کو مقامی طواغیت کے خلاف قتال شروع کرنا چاہیے کیونکہ بعد میں قتال کے زور و شور میں حق کو واضح کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر آپ نے سعودی شاہی خاندان کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا تو سب سے پہلے آپ کے خلاف کون کھڑا ہو گا؟ بہت سی دینی تحریکیں! کیوں؟ کیونکہ وہ اس معاملہ میں آپ کے ساتھ ہم آہنگ نہیں، وہ کہیں گی کہ ہمارے پاس استطاعت نہیں ہے، ہمارے لیے فی الحال ممکن نہیں ہے، تمھاری وجہ سے ہم بھی مشکل و مسائل کا شکار ہو جائیں گے، تم ہمیں بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کرواؤ گے۔ ان کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی میں جلدی نہ کرو، وقت کا انتظار کرو، یہ وقت نہیں ہے،..... یعنی اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں اور اس قسم کی توجیہات پیش کرتے ہیں!

اسی لیے شیخ رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ "ہم اپنے دشمنوں میں سے واضح دشمن کی جانب رخ کریں گے جو کہ امریکہ ہے۔ اس پر تمام لوگ متفق بھی ہیں کہ یہ ہمارا دشمن ہے، اسلام کا دشمن ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں کو فتنے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی ہم انہیں کسی شش و پنج میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اس لیے کیونکہ آپ کے ساتھ ہر مسلمان امریکہ کے کفر اور اس کے خلاف قتال کے

لیے موافق ہے۔ لہٰذا یہ تو فائدہ ہمیں ضرور مل جائے گا کہ اسلامی تحریکیں خود بخود اس واضح کفر کے خلاف آپ کی ہم نوا ہو جائیں گی"۔

چنانچہ ایسے افکار و خیالات کے گرد افغانستان میں موجود جہادی تحریک کے مابین بہت سے مذاکرے اور بحث مباحثے ہوئے۔ لہٰذا وہاں موجود اکثر و بیشتر جماعتیں اس منہج کے حوالے سے مکمل طور پر متفق اور قائل تھیں۔ وہ اس امر پر شیخ اسامہ کے ساتھ متفق تھے کہ ہم یہودیوں اور صلیبیوں کے خلاف ایک اسلامی جہادی محاذ قائم کریں گے۔ بعض جماعتوں نے اس سے اختلاف بھی کیا مثلاً لیبیا کی ایک جہادی جماعت نے یا مصر کی جماعت الاسلامیہ نے پہلے موافقت ظاہر کی لیکن بعد میں اس نے اپنے موقف بلکہ نفسِ جہاد ہی سے رجوع کر لیا، اسی طرح مراکش کی ایک جہادی تنظیم نے بھی اس موضوع سے اختلاف کیا لیکن اکثر جہادی جماعتیں اور افراد شیخ اسامہ کے ہم نوا تھے کہ یہودیوں اور امریکیوں کے خلاف قتال ہونا چاہیے۔

یہ اتفاق اور موافقت ۱۹۹۸ء میں ہوئی چنانچہ شیخ اسامہؒ نے ۱۹۹۸ء ہی میں خوست کے مقام پر ایک پریس کانفرنس بلوا کر "عالمی محاذ برائے قتالِ یہود و امریکان" کا اعلان فرمایا۔

یہ وہ وقت تھا جب افریقہ میں بالعموم امریکہ کو ضرب لگانے کی تیاری اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ اس لیے شیخ کی یہ بھرپور کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ اجتماعات اور مجالس کا انعقاد کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اس منہج اور سوچ و فکر پر اکٹھا کیا جا سکے، ان سے بحث مباحث کا باب کھولا جائے اور ایک نتیجے و موقف پر اکٹھا ہوا جائے، اس سے قبل کہ حالات تنگ ہو جائیں اور امریکہ کی جانب سے مزید دباؤ میں اضافہ ہو۔ یوں ایک ماہ کے عرصہ ہی میں کینیا اور تنزانیہ کے امریکی سفارت خانوں پر کاروائیاں ہو گئیں۔ ان کاروائیوں کے بعد بعض جہادی جماعتوں نے شیخ سے اختلاف کیا کہ ہم امریکہ کو مارنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور اس طرح تو آپ تمام افغانستان اور جہادی نظام کے لیے مشکلات کھڑی کر دیں گے۔ لیکن شیخ نے نہایت نرمی سے ان کے ساتھ بحث کی اور انہیں سمجھایا کہ 'کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم پہلے ایک ایجنٹ کے پیچھے پڑیں، پھر اسے ختم کر کے دوسرے کے پیچھے جائیں، پھر تیسرے اور پھر آخر میں ایجنٹوں کے باپ امریکہ کو ہدف بنائیں؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم ایک ہی بار ایجنٹوں کے باپ اور سرغنہ کے خلاف محاذ کھولیں اور اسے آن واحد میں متحد ہو کر نشانہ بنائیں تاکہ اس کا زبردست طریقے سے اختتام ہو سکے'۔

ان کاروائیوں کے بعد صلیبیوں کے خلاف کاروائیوں کی منصوبہ بندی میں تیزی آ گئی۔ اور بہت بڑی تعداد میں لوگ اس منہج اور سوچ کے ساتھ موافق ہوتے ہوئے مختلف جماعتوں سے شیخ اسامہ کے پاس آ کر اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ اس عرصہ میں

امریکہ کو زمین سے نشانہ بنایا جاچکا تھا، سمندر میں اس پر حملے کی کوششیں بھی زیرِ غور تھیں مگر فضا سے حملہ کرنا کسی کے ذہن میں نہ تھا اور نہ ہی جہازوں کو استعمال کرنے کی سوچ و فکر موجود تھی۔

ایک صاحب تھے جن کا نام محمد البطوطی تھا، یہ صاحب مصر سے تعلق رکھتے تھے اور البطوطی پائلٹ کے نام سے معروف تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ پائلٹ کون تھے مگر انہوں نے ایک جہاز جس میں مصری و اسرائیلی افسران سوار تھے ان سمیت اپنے جہاز کو سمندر میں ڈبو ڈالا اور سب کے سب افسران جہنم واصل ہو گئے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو شیخ اسامہؒ نے فرمایا کہ جہاز کو کسی عمارت میں لے جا کر کیوں نہیں مارا۔ چنانچہ اس کے بعد سے یہ سوچ و فکر پنپنا شروع ہوئی اور اس سوچ کو دوام ملنا شروع ہوا کہ جہاز اُن عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے جائیں جو ہمارا ہدف ہیں۔ غرض یہ بنیادی سوچ و فکر تھی۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ جب روس افغانستان میں لڑ رہا تھا اور اسے مجاہدین کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی یہاں تک کہ وہ خوار اور تباہ و برباد ہو کر افغانستان سے نکلا۔۔۔ وہ زوال پذیر ہوا۔ اس عرصہ میں بھی مجاہدین کے مابین یہ سوچ و فکر عام موجود تھی کہ امریکیوں کو بھی نشانہ بنایا جائے۔ شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ مجاہدین کے مابین اس جدید فکر کو عام کرتے، اور آپ کے آخری خطبوں میں سے کسی ایک خطبہ میں یہ بات ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر اللہ مجھے زندہ رکھیں تو میں آپ لوگوں کو بم بنا کر امریکیوں پر برساؤں گا“۔ غرض شیخ عبد اللہ عزام مغرب اور اس کی افواج کے خلاف شدید رائے رکھتے تھے۔

خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ، مجاہدین کے بڑے بزرگوں اور رہنماؤں میں سے تھے اور اس دور میں اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے تھے۔، جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے امریکیوں کو کاری ضرب پہنچانے کا عظیم کام لیا۔ اسی طرح رمزی فک اللہ اسرہ، یعنی رمزی یوسف جو کہ خالد شیخ محمد کے بھانجے تھے۔ یہ عظیم بطل اور اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولی جنہیں جیل کی آزمائش سے گزرنا پڑا اور وہ اس عظیم فتح اور کامیابی یعنی گیارہ ستمبر کے حملوں کی خوشی کا ذائقہ نہ چکھ سکے۔۔۔ اللہ انہیں رہائی دیں، آمین۔

اسی طرح 'ازمرے' جن کے بارے میں شیخ اسامہ رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ: ”میں اس سے بڑھ کر کسی کو شجاع نہیں پاتا، اس شخص کے تو دل میں خوف نام کی کوئی شے موجود ہی نہیں ہے“۔

یہ حضرات اپنی ایک کاروائی کی کوشش میں مگن تھے جس میں ان کا ہدف امریکی صدر بل کلنٹن کی متوقع طور پر عیسائی پوپ کی فلپائن کے دورے کے موقع پر ملاقات کے دوران حملہ تھا۔۔۔ اس مقصد کے لیے بارود کی تیاری اور بارودی سرنگیں بنانے میں مشغول تھے۔ 'ازمرے' مائن بنا رہے تھے کہ اچانک کچھ خرابی پیش آئی اور بہت کثیف دھواں نکلنا شروع ہو گیا اور دھواں اس اپارٹمنٹ سے باہر آنے لگا جہاں وہ رہائش پذیر تھے۔ ساتھیوں نے صورتحال پر قابو پانے کی کوشش کی مگر کامیابی

نہ ملی تو وہ فرار ہو گئے۔ جب فائر بریگیڈ وہاں پہنچا تو اس کا گمان تھا کہ اندر کوئی جلا ہوا شخص ہو گا لیکن اندر جب کسی کو نہ پایا تو انہیں اصل منصوبہ کی خبر ہو گئی۔ لیکن تمام ساتھی فرار ہو چکے تھے۔ ازمرے ایک قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے جبکہ رمزی و خالد شیخ بھی فرار ہو گئے۔

اس کے بعد ازمرے فلپائن سے نکلنے کی کوشش میں تھے تو ائیر پورٹ کے باہر شک کی بنیاد پر حکام نے انہیں گرفتار کر لیا اور انہیں جیل میں بند کر دیا۔ اس بھائی کو اللہ نے بہت ذہانت سے نوازا تھا، وہ بہت ذہین اور شجاع تھے۔ انہوں نے ہر چیز کی تربیت حاصل کر رکھی تھی یہاں تک کہ مجاہدین کے پاس آنے سے قبل وہ ایک جزیرہ پر گئے تاکہ حیوانات اور مگرمچھوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فن سیکھ سکیں۔ انہیں جہاز سے پھینکا جاتا تھا عین جنگل کے مابین جہاں وہ ان وحشی جانوروں سے لڑائی کرتے تھے۔ انہیں جسمانی تربیت بہت مرغوب تھی اور اس کا جنون تھا، اسی طرح وہ نہایت مہم پسند اور چیلنج قبول کرنے والے تھے۔ ازمرے جیل میں اس قابل ہوئے کہ وہ جیلر پر قابو پا لیں چنانچہ انہوں نے اس پر قابو پایا اور اسلحہ لے کر جیل سے فرار ہو گئے۔ پھر پشاور میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ کیا کہ میں فلاں جگہ پھنسا ہوا ہوں مجھ پاسپورٹ ایک مقام پر بھیجو اور جب تم پہنچو گے تو میں تم سے دوبارہ رابطہ کروں گا اور اپنی خاص جگہ بتاؤں گا۔ ہمارے ساتھی ان کے پیچھے پاسپورٹ کے ہمراہ فلپائن پہنچے اور اللہ کے حکم سے وہ ازمرے سے ملے اور دوسری مرتبہ وہ ائرپورٹ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے اور سفر کر کے ساتھیوں کے پاس آ پہنچے، الحمدللہ۔

رمزی یوسف نے ایک مرتبہ فلپائن میں ایک غیر ملکی جہاز میں مائن رکھی، وہ مائین پھٹی مگر جہاز تباہ نہ ہو سکا کیونکہ جس سیٹ کے نیچے انہوں نے مائن رکھی تھی وہاں ایک بجلی کا پوائنٹ تھا، جب مائن پھٹی تو وہ مقام تو تباہ ہوا مگر اس نے پورے جہاز کو نقصان نہ پہنچایا۔ یہ مائن رمزی نے خود رکھی تھی اور وہ یہ مائن رکھ کر خود اس قابل ہو سکے کہ راستے میں ایک ائیر پورٹ پر جب وہ جہاز رکا تو وہ خود اتر گئے اور پیچھے مائن پھٹی، جس میں ٹائمر نصب تھا۔

خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ کویت میں رہتے تھے اور وہ اخوان المسلمین کے ساتھ تھے۔ انہوں نے نوجوانی میں ایک مرتبہ ایک تھیٹر ڈرامہ کیا جس میں انہوں نے ایک ایسے نوجوان کا کردار ادا کیا جو اکثر یہ پوچھتا تھا کہ امریکی جہاز کیسے گرایا جاتا ہے۔ وہ اس وقت کم عمر نوجوان تھے۔ یہ ڈرامہ موجود ہے میں نے اسے نیٹ پر تلاش کروانے کی کوشش کی مگر مجھے نہیں مل سکا، ایک بھائی کے ذمہ میں نے لگایا ہے کہ اگر وہ ڈرامہ مل سکے، شاید اس کا نام معلوم نہیں اگر نام معلوم ہو جائے تو شاید مل سکے، واللہ اعلم۔ الغرض خالد شیخ ہی تھے جنھوں نے اس ڈرامہ کو تحریر کیا تھا، یعنی وہ چھوٹی عمر ہی سے اس بارے میں سوچ بچار

کرتے تھے، اللہ انہیں رہائی دیں۔ بعد میں انہوں نے ایک مرتبہ ۱۲ امریکی جہازوں کو ایک ساتھ ہی فضاء میں تباہ کرنے کے بارے میں منصوبہ بندی شروع کی۔ آپ کا مجموعہ مغربی ممالک میں کام کرنے والا ابتدائی مجموعہ تھا۔

شیخ اسامہ کی خالد شیخ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے خالد کے سامنے اپنی عمارتوں کو نشانہ بنانے کا منصوبہ پیش کیا جبکہ خالد نے اپنا منصوبہ یعنی ہوا میں تباہ کرنے کا پیش کیا، چنانچہ یہ دونوں افکار اور منصوبہ اکٹھے ہوئے اور منصوبہ اور بہتر ہوا۔ چنانچہ اب ایسے ساتھیوں پر غور شروع ہوا جن کے پاس بیرونی پاسپورٹ تھے یا جو امریکہ کا سفر کر سکتے تھے۔ ان میں ایک ساتھی شیخ عبد الرحمٰن تھے۔ ابتدائی افراد میں ایک بھائی ربیعہ جن کا نام نوازف حازمی رحمہ اللہ تھا اور خالد المحضہ ار بھی شامل تھے جنہیں امریکہ بھجوایا گیا تا کہ وہ جہاز اڑانے کی تربیت حاصل کریں۔ انہیں اس مقصد کے لیے شیخ اسامہ نے بھجوایا تھا جبکہ وہ اپنے اصل اہداف سے بالکل بے خبر تھے۔ یہ جب اپنی تربیت مکمل کر کے آئے تو ان کے ہمراہ بھائی مروان الشحی بھی تھے جو کہ متحدہ عرب امارات سے تعلق رکھتے تھے اور پائلٹ تھے۔ یہ قندھار آئے اور جرمنی میں موجود اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتایا اور اجازت طلب کی کہ میں جرمنی جاؤں۔ لیکن شیخ نے انہیں کہا کہ وہ ان کے ہمراہ دو ہفتے رہیں۔ اسی دوران محمد عطاء، زیاد الجراح اور رمزی بن الشیبہ تین ساتھی بھی آ گئے۔ غرض یہ چاری ساتھی تھے بشمول مروان الشحی کے۔ اب شیخ اسامہ نے مروان الشحی سے کہا کہ وہ جائیں اور جرمنی میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ بحال کریں۔

شیخ اسامہؒ ان نوجوانوں سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ان بھائیوں کا بہت عرق ریزی سے چناؤ کیا تھا۔ شیخ ان پر بہت قریبی نظر رکھتے اور ہر ساتھی کی ذاتی طور پر سرپرستی و رہنمائی فرماتے اور اگر وہ دور ہوتے تو اکثر ان ساتھیوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔ بالخصوص وہ مجموعہ جس کے خالد امیر تھے اور جس میں معتز، عکرمہ، جہاد، جلبیب اور مہند الشہری شامل تھے جبکہ دوسرا مجموعہ جو ہمارے ساتھ موجود تھا یعنی وائل، ولید، ابو ہاشم اور احنف۔ ان دونوں مجموعوں کے بارے میں شیخ بہت زیادہ فکر مند رہتے اور ان کے لیے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

جہاں تک بھائی محمد عطاء، طارق اور رمزی کا تعلق ہے تو انہیں شیخ نے امر کیا کہ وہ امریکہ چلے جائیں۔ یہ بات محمد عطاء کے نفس پر بہت بھاری گزری کیونکہ وہ امریکہ اور مغرب کی طرزِ زندگی سے بیزار تھے اور انہیں دوبارہ جانا قطعا ناپسند تھا۔ رمزی اور طارق امریکہ چلے گئے مگر جب محمد عطاء کی باری آئی اور انہیں کہا گیا کہ اللہ پر توکل کریں اور نکلیں۔ ہم نے انہیں رخصت کیا تو وہ رونا شروع ہو گئے، بہت شدید روئے اور کہنے لگے کہ میں جانا نہیں چاہتا، میں اسی مبارک سرزمین پر رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن شیخ نہیں انہیں تسلی دی کہ "اے محمد! آپ کا وہاں کام زیادہ افضل ہے"۔ محمد عطا ایک صالح نوجوان تھے جو مغرب

سے شدید نفرت رکھتے تھے اس کے طرزِ حیات سے نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ مغرب کے لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور دیگر ایسے حرام کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں، نعوذ باللہ۔

انہوں نے ہمیں سلام کیا اور پاکستان چلے گئے۔ پاکستان میں ایک ٹیکسی کے ذریعے سے منتقلی کے دوران ان کا پاسپورٹ گم ہو گیا کیونکہ انہیں لے جانے والے خالد شیخ گاڑی میں ایک لفافہ بھول گئے جس میں ان کا پاسپورٹ تھا۔ جب وہ اترے تو محمد عطاء سے خالد شیخ نے کہا کہ: میرا لفافہ گاڑی میں رہ گیا ہے اور اسی میں تمہارا پاسپورٹ تھا تو محمد نے خوشی سے کہا اللہ اکبر! خالد شیخ نے دیکھا تو حیران ہو کر کہا کیا تم دیوانے ہو؟ محمد نے کہا اب تو میں واپس افغانستان جاؤں گا۔ خالد شیخ نے مختلف اخباروں میں گمشدہ پاسپورٹ کا اشتہار دیا اور انعام کا اعلان بھی کیا۔ الحمدللہ پاسپورٹ مل گیا اور محمد عطاء امریکہ روانہ ہو گئے۔

حملہ آوروں میں سے بعض بھائی بلادِ حرمین جاتے، جہاں سے امریکی ویزہ حاصل کر کے وہ امریکہ روانہ ہوتے اور اسی رستہ سے واپسی بھی کرتے۔ اسی عرصہ میں میڈیا پر طالبان کے بارے میں گفتگو بڑھ گئی اور ان پر آہستہ آہستہ شیخ اسامہ سے متعلق دباؤ بڑھایا جانے لگا اور کہا گیا کہ طالبان عالمی نظام حکومت سے خارج ہو کر کام کر رہے ہیں۔ اسی عرصہ میں شیخ اسامہ ذرائع ابلاغ کے ساتھ بھی رابطہ میں رہا کرتے تھے۔

انہی دنوں ساتھیوں کے مابین یہ گفتگو جاری رہتی تھی کہ کیا طالبان امریکہ کے خلاف کاروائی کرنے کے بعد دباؤ برداشت کر پائیں گے یا نہیں۔ اور کیا امریکہ کے جوابی حملہ کو سہہ سکیں گے یا نہیں۔ مجھے یاد ہے میں نے شیخ اسامہؒ سے سوال کیا تھا کہ افغانستان میں جنگ کتنے سال جاری رہے گی، دو سال، تین یا کتنا عرصہ؟ تو شیخ کا جواب تھا کہ نہیں! شاید یہ جنگ دہائی یا دو دہائیوں تک جاری رہے کیونکہ استعماری ریاستوں کی زندگی یا مدت سالوں میں شمار نہیں کی جاسکتی، یہ تو دہائیوں پر مبنی سلسلہ ہے۔ لیکن کم سے کم ہمارے لیے یہ امر اہم ہے کہ ہم ۱۵ سال تک امریکہ کے خلاف جنگ جاری رکھنے کی کوشش کریں اور اگر اس میں کامیاب رہے تو یہ ریاست اور استعمار اپنے ہی بوجھ تلے سکڑتے سکڑتے ختم ہونا شروع ہو جائے گی۔ شیخ یہ جانتے تھے کہ امریکہ کاروائی کی صورت میں ضرور بالضرور جواب دے گا اور ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کرے گا۔ لیکن اسی کے بعد ہی یہ استبدادی ریاست اقتصادی و عسکری طور پر سکڑنا شروع ہو گی۔

ہمارا ذرائع ابلاغ کا شعبہ اسی عرصہ میں فلم "واقع الامتہ" یعنی "امت کے حالات" نامی فلم پر کام کر رہا تھا، اس فلم کی تیاری کے لیے شیخ اسامہ بن لادنؒ بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور اس فلم کے چھوٹے چھوٹے معاملات پر بھی شیخ کی نظر تھی۔

طالبان کے حوالے سے بات کرتے ہیں، ہم نے طالبان کے ساتھ امریکہ کے خلاف کاروائی کرنے کے حوالے سے کیسے بات کی؛ مجھے یاد ہے کہ طالبان کا وفد جس میں محمد حسن، معتصم آغا، عبد الحلیم، سعید آغا اور دیگر افراد شیخ اسامہ اور ان کے ساتھیوں سے ملنے قندھار ایئر پورٹ کے قریب ایک مقام پر آئے تو شیخ اسامہ نے ان کا استقبال کیا اور ان کا اکرام کیا۔ مجھے اس مجلس کے شرکاء میں سے جو افراد یاد ہیں ان میں شیخ ابو الخیرؒ، شیخ ابو حفصؒ، شیخ ایمن الظواہری، شیخ مصطفیٰ ابو الیزید، شیخ عبد الرحمٰن مہیمن وغیرہ شامل تھے۔ شیخ اسامہ نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "اے افغانی قوم کے حضرات! تاریخ یقیناً آپ لوگوں کے بارے میں لکھے گی۔ پہلی بات یہ کہ آپ نے عربوں کی امریکیوں سے حفاظت کی، یہ تو آپ کے ہی شایان شان ہے، جبکہ دوسری بات یہ کہ کیا آپ عربوں سے امریکیوں کو بچائیں گے؟ یہ بات آپ پر قرض ہو گی"۔ شیخ اسامہ کی یہ بات سن کر ملا حسن جو کہ حکومتی وزیر تھے نے فوراً جواب میں کہا کہ "نہیں نہیں اے شیخ! ایسا بالکل نہیں، ہم بالکل آپ لوگوں کے ساتھ ہیں"۔

اس گفتگو کے بعد شیخ اسامہ نے ہمیں امر کیا کہ ایک فائل تیار کریں جس میں فلسطین کی تصاویر ہوں، یہود کی جانب سے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی تصاویر ہوں، خواتین پر تشدد کی تصاویر ہوں۔ یہ فائل تیار ہوئی تو شیخ نے یہ فائل محمد آغا کے ذریعے سے بھجوائی کہ یہ فائل امیر المومنین کو دکھائیں اس میں چند تصاویر ہیں۔ محمد آغا نے کہا کہ "یہ تو بالکل ناممکن ہے کہ امیر المومنین تصاویر دیکھیں وہ تصویریں نہیں دیکھتے"۔ شیخ اسامہ نے ان سے کہا کہ "نہیں! یہ نہایت ضروری ہے اور لازمی ہے کہ وہ یہ تصاویر دیکھیں، بسا اوقات ڈاکٹر بھی پوشیدہ مقامات کے علاج کی خاطر انہیں دیکھ سکتا ہے، امیر المومنین ہمارے اور پوری امت کے طبیب ہیں آپ انہیں یہ فائل ضرور دکھائیں"۔

محمد آغا امیر المؤمنین ملا عمر کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ میرے پاس ایک فائل ہے جو عرب مجاہدین نے دی ہے اور وہ آپ کو دکھانا چاہتے ہیں اور وہ فائل انہیں دی، امیر المومنین نے جب وہ تصاویر دیکھیں تو نہایت شدید غضب ناک ہوئے اور فوراً فائل بند کی اور محمد آغا سے کہا کہ شیخ اسامہ کو فوراً بلاؤ، مجھے ان سے ضروری کام ہے۔

شیخ اسامہ یہ پیغام ملتے ہیں فوراً امیر المومنین کے پاس حاضر ہوئے۔ ہمارے ہمراہ زبیر الحائلی فک اللہ اسرہ بھی تھے۔ ہم دو یا تین گاڑیوں میں سوار ہو کر امیر المومنین کے گھر پہنچے۔ ان کے گھر پر شیخ محمد مجید محمدیؒ موجود تھے جو کہ طالبان کے بڑے عالم تھے اور روس کے خلاف قتال میں شریک رہے تھے۔ وہ امیر المؤمنین کے گھر کے باہر کھڑے تھے۔ شیخ اسامہ نے امیر المؤمنین کے گھر پہنچتے ہی جب انہیں دیکھا تو فورا گاڑی سے اترے اور انہیں سلام کیا اور کہا "شیخ محمد! کیا آپ مجھے پہنچانتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا "میں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں ہمارے اور آپ کے مابین تو ایک ایسی تاریخ ہے جسے بھلایا نہیں

جا سکتا"۔ شیخ اسامہ نے ان کی صحت کے بارے میں حال احوال دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "الحمد للہ۔۔۔اب بڑی عمر ہو چکی ہے اور ضعیف ہو گیا ہوں"۔

یہ گفتگو جاری تھی کہ اچانک امیر المؤمنین گھر سے باہر ننگے پاؤں ہی تشریف لے آئے، میرے ساتھ زبیر موجود تھے جو انہیں نہیں جانتے تھے۔ میں نے جب اسے بتایا کہ یہ امیر المومنین ہیں تو زبیر اس سادگی پر اتنا متعجب ہوا کہ شاید اس نے میری بات پر یقین ہی نہ کیا ہو۔

امیر المومنین شیخ اسامہ کے پاس آئے، انہیں سلام کیا اور فوراً انہیں لے کر مسجد چلے گئے جہاں ان کی نشست ہوئی۔ ان کے ہمراہ جو افراد مجھے یاد ہیں شیخ ابو الخیر، شیخ ایمن الظواہری اور شیخ ابو حفص بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ ملا عمر نے ان سے کہا کہ "اے شیخ اسامہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی بھی علاقے میں کسی بھی مقام پر یہودیوں کے خلاف کاروائی کریں اور انہیں سبق سکھائیں۔ شیخ اسامہ نے یہ بات سنتے ہی کہا کہ "اے امیر المؤمنین ہم سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں، ان شاء اللہ سورج غروب نہیں ہو گا اور ہم یہودیوں کے خلاف کاروائی کی منصوبہ بندی شروع کر چکے ہوں گے"۔

جب اس گفتگو کے بعد شیخ اسامہ نکلے تو نہایت ہی پر سکون اور مطمئن تھے اور ان کے چہرے پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔ میں یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوا کیونکہ مجھے ان کی ملا عمر کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا اندازہ نہیں تھا۔

پھر شیخ اسامہ بن لادن نے ہمیں بتایا کہ: امیر المؤمنین نے کاروائی کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ اگلے ہی دن سے اس کام پر پیش رفت شروع ہو گئی اور کاروائیوں کی منصوبہ بندی شروع ہوئی، ان میں سے بعض کاروائیاں کامیاب ہو سکیں جبکہ بعض مکمل نہ ہو سکیں۔

انہی دنوں سعودی عرب سے ترکی بن فیصل اور عبد المحسن الترکی افغانستان آئے، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ طالبان سے گفت و شنید کر کے شیخ اسامہ کو افغانستان سے نکال کر واپس ملک لے جا سکیں۔ انہوں نے طالبان کو قائل کرنے کی کوشش کی، اس مقصد کے لیے انہوں نے ملا وکیل احمد متوکل کو خطوط لکھے اور انہیں یہ پیغام بھیجے کہ اسامہ ہمارے حوالے کر دیں ورنہ وہ آپ لوگوں کے لیے مشکلات کھڑی کر دے گا، وہ اس بارے میں کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے دباؤ مختلف اطراف سے بڑھانے کی کوشش کرتے۔

گیارہ ستمبر کی کاروائیوں کے حملہ آور بھائیوں کی بعض خصوصی صفات تھی، وہ دیگر نوجوانوں سے بہت ممتاز تھے، وہ ساتھیوں کو ہمیشہ خوش رکھتے تھے اور خود بھی خوش رہتے تھے (جو کہ مومنین کی صفات میں سے ہے)۔ ان بھائیوں کے ساتھ بات کرنے میں آپ کو کسی قسم کی مشکل یا رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ آپ اگر ان بھائیوں میں کسی کے بھی ساتھ بیٹھتے تو

ایسا محسوس کرتے جیسا کہ آپ انہیں سالوں سے جانتے ہیں، ان کا ایثار، ان کی نمایاں صفت تھی۔ وہ مستقل پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے اور ان کے لیے معتز بھائیؒ اپنے ذاتی اموال سے مختلف اشیاء خرید کر لاتے تھے، یہ ان کا معمول تھا۔

المختصر بات یہ ہے کہ وہ بھائی فطرت پر تھے، ان کے دل اللہ کی قسم صفائی اور پاکیزگی میں ایسے تھے جیسے بچوں کے دل ہوتے ہیں، اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائیں اور انہیں اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک عظیم کام کے لیے چنا تھے۔ ان بھائیوں میں ایک بھائی ہانی حنجور تھے، وہ عسکری پائلٹ تھے اور سعودی عرب سے ۱۹۹۶ میں فارغ التحصیل ہوئے تھے۔

حملہ آور ساتھیوں کا ایک مجموعہ امریکہ پہنچ گیا اور اس نے وہاں اپنی تیاریاں مکمل کرنا شروع کر دیں، یہ حملوں سے کم و بیش ایک سال قبل کی بات ہے، امریکہ اس دوران افغانستان پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا، وہ شیخ اسامہ کو پناہ دینے کے جرم میں طالبان کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اپنی تیاری مکمل کر چکا تھا۔ اس مقصد کے لیے تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبے میں امریکہ کے وزیر خزانہ، وزیر انصاف، اور وزیر دفاع نے روس کے وفد کے ساتھ ملاقات کی اور روس کے ساتھ یہ طے کیا کہ روس زمینی طور پر افغانستان میں افواج داخل کرے گا اور امریکہ فضا سے بمباری کرے گا۔ طالبان کے ایک رکن عبدالحی مطمئن کو یہ امریکہ کی جانب سے واضح پیغام ملا بلکہ یک نکاتی پیغام ملا "اسامہ بن لادن کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم افغانستان پر حملہ کر دیں گے!"۔

ایسی خبروں اور امریکی تیاریوں کی وجہ سے شیخ اسامہ کی خواہش تھی کہ نیویارک اور واشنگٹن کے حملے تھوڑے مؤخر کر دیے جائیں اور افغانستان پر حملہ کی صورت میں یہ کاروائیاں جوابی کاروائی کے طور پر سرانجام دی جائیں، یعنی پہلے امریکہ حملہ کرے تو ہم اسے کے حملے کا جواب دیں جس سے ہمارے پاس حملے کا جواز بھی پیدا ہو جائے گا۔ لیکن اس کا موقع نہیں تھا۔ امریکہ میں موجود ساتھیوں کے پیغامات وصول ہونا شروع ہو گئے کہ ہم انتظار نہیں کر سکتے۔

ابھی دوسرا مجموعہ افغانستان سے امریکہ کے لیے روانہ نہیں ہوا تھا کہ پہلے مجموعے نے پیغامات بھیجنے شروع کر دیے کہ جلد از جلد باقی مجموعات بھجوا دیں کیوں کہ اندرون امریکہ میں ان کے سیکورٹی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ مزید انتظار کریں اور معمولی سے شبہہ پر انہیں دھر لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ تمام مجموعات ایک بعد ایک کر کے مختلف وقفوں سے نکلتے گئے لیکن ان میں ایک آخری مجموعہ رہ گیا جس میں بھائی عبد العزیز العمری الزهرانی (ابو العباس) رحمہ اللہ بھی تھے جو ایک فاضل عالمِ دین ساتھی تھے۔ ان کے ہمراہ بھائی ابو احمد الاماراتی، زیاد الجراح، سالم الحازمی اور محمد القحطانی جن کی کنیت فاروق تھی، بھی تھے۔ اللہ ان سب کو قبول فرمائے۔

غرض بعد میں یہ تمام مجموعے بھجوا دیے گئے اور کسی کو بھی نہ روکا گیا، یہ تمام ساتھی امریکہ داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے جن کی کل تعداد ۱۹ تھی اور ایک بھائی امریکی سرزمین میں داخل نہ ہو سکے۔

حالات بہت ہی کشیدہ اور تناؤ کا شکار ہو چکے تھے، ان تمام بھائیوں کو کسی بھی لمحے دشمن پکڑ سکتا تھا۔ حالات افغانستان میں بھی حالات بہت کشیدہ ہو چکے تھے، شیخ اسامہ نے اسی دوران نہایت صراحت سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے کچھ بھائی عصرِ حاضر کے طاغوت کے خلاف ایک بڑی کاروائی کے لیے روانہ ہو چکے ہیں، وہ سب سے دعا کا مطالبہ کرتے اور بار بار یہ بات ساتھیوں کے ذہنوں میں ڈالتے کہ آپ کے بھائی موت کی خاطر جانیں ہتھیلی پر لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان کے کاموں کو آسان کر دیں۔

یہاں ایک اور واقعہ مجھے یاد ہے کہ قندھار میں ایک مسجد میں ساتھی مجتمع تھے اور شیخ ان کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے، وہ انہیں کہہ رہے تھے کہ ہم امریکہ کو ایسی قوی ضرب لگانے والے ہیں کہ وہ اس بارے میں سوچ بھی نہ سکے گا۔ شیخ مصطفیٰ ابو الیزیدؒ نے اس بات سے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ کاروائی اجتہادی مسئلہ ہے جسے کرنے کے لیے امیر لمومنین کی اجازت نہایت ضروری ہے اور اس کے نہایت خطرناک نتائج ہوں گے اس لیے خیال کے ساتھ اور مشورے کے ساتھ کام کیا جانا چاہیے۔ یہ بات سن کر شیخ اسامہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خطاب کو بنیاد بناتے ہوئے ایک مؤثر خطاب فرمایا اور کہا کہ ”میں زندہ ہوں اور ہمارے دین کی بے حرمتی کی جارہی ہے، دین کو کمزور کیا جارہا ہے“۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ رو پڑے اور آپ نے کہا کہ ”ہمارے پیچھے ایک امت ہے جو ہماری منتظر ہے کہ ہم اس کے دفاع میں کیا کرتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم کچھ نہ کچھ کریں (یعنی اس امت کا بدلہ لیں)۔ جہاں تک امیر المومنین کی اجازت کا سوال ہے تو انہوں نے ہمیں یہودیوں کو مارنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ جبکہ فقہ یہ کہتی ہے کہ اگر بعض مسلمانوں کے پاس حملہ آور دشمن یعنی عدوِ صائل کو مارنے کا موقع میسر ہو اس سے پہلے کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھ دوڑے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو ایسے موقع پر امیر کی اجازت کے بغیر بھی دشمن کو مارا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر امیر سے اجازت لینے میں تاخیر کا امکان ہو اور دشمن کو موقع مل جائے۔ جبکہ ہمیں امیر کی اجازت نہیں بلکہ حکم ملا ہے“۔

مجھے یاد ہے کہ طالبان اور شیخ اسامہ کے مابین جو مراسلت چلتی تھی ان میں سے ایک بار شیخ ابو حفصؒ کو شیخ اسامہ نے ملا عمر کے پاس بھجوایا۔ شیخ ابو حفصؒ نے ملا عمرؒ سے کہا ”آپ ہمیں کیا امر دیتے ہیں؟ عرب مجاہدین سے آپ کیا خواہش رکھتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین اور جہاد کی کچھ خدمت کریں اور ہم آپ ہی کے سپاہی ہیں“۔

ملا عمرنے شیخ ابو حفصؒ سے فرمایا"احمد شاہ مسعود کے خلاف اگر آپ کچھ کر سکیں"۔ شیخ ابو حفصؒ نے انہیں جواب دیا کہ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسعود قتل ہو گیا بس آپ لوگ اسے مقتول سمجھتے ہوئے اپنی افواج کو شمال پر حملہ آور ہونے کا حکم دیں تاکہ انہیں حیران کیا جاسکے"، یعنی جیسے ہی اس کے مرنے کی خبر آئے آپ اپنی افواج کو اکٹھا کرکے وہاں حملہ کر دیں تاکہ شمالی اتحاد والوں کو اپنی صفیں ترتیب دینے کا موقع بھی نہ مل سکے۔ چنانچہ طالبان ملا داد اللہؒ کی قیادت میں شمال کی وادی پر حملہ آور ہوئے اور کچھ ہی عرصہ میں مبارک کاروائیوں سے قبل احمد شاہ مسعود بالفعل کیمروں(میں نصب بموں) کے ذریعے سے مارا گیا جو کہ ایک معروف واقعہ ہے ذرائع ابلاغ میں جس کا ذکر ہوتا رہا۔

انہی دنوں بی بی سی سے تعلق رکھنے والا ایک صحافی آیا اور شیخ اسامہ سے ملاقات کی، دوپہر کے کھانے پر شیخ اسامہ بن لادن نے اسے کہا کہ "اللہ کی قسم ہم وزارت دفاع کو شیطان کے وسوسے بھلا دیں گے، اللہ کی قسم میں امریکیوں کو مجبور کر دوں گا کہ وہ اپنی شہریت بھی لوگوں سے چھپاتے پھریں"۔

اس صحافی کے جانے کے بعد یہ عام بات بن گئی کہ شیخ اسامہ بن لادن امریکہ کے خلاف ایک بڑی کاروائی کرنے جا رہے ہیں اور یہ کاروائی چند ہی ہفتوں کے اندر ہونے والی ہے۔

اور عملاً تین ہفتوں کے اندر اندر گیارہ ستمبر کے حملے ہوگئے۔ حملوں سے کچھ عرصہ قبل ہم قندھار سے کابل روانہ ہوئے، جہاں راستے میں تورغر کے پہاڑی سلسلے میں اس خبر کے انتظار میں ہم دو ہفتوں کے لیے ٹھہرے جہاں الحمدللہ یہ خبر ہم نے ریڈیو کے ذریعے سنی۔ اللہ اکبر!

وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین۔

قائدینِ جہاد:

# اُمتِ مسلمہ کی صورتحال اور اس کا حل

امام انور العولقیؒ

(زیر نظر تحریر شیخ انور العولقی کے مارچ ۲۰۰۹ میں اسلام آباد میں قائم شفا انٹر نیشنل کے آڈیٹوریم میں مسلمانانِ پاکستان سے خصوصی خطاب کا اردو ترجمہ ہے، اصل تقریر انگریزی میں ہے۔ یہاں خطاب کا منتخب حصہ نشر کیا جارہا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے یہ خطاب یمن سے براہ راست کیا تھا۔ موجودہ حالات میں اس کی افادیت مزید بڑھ گئی ہے اسی کے پیش نظر یہ تحریر آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہے، ادارہ)

میرے ہر دلعزیز بھائیو اور بہنو......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

میں یمن میں بیٹھ کر آپ سے مخاطب ہوں۔ یمن اور پاکستان میں بہت سی قدریں مشترک ہیں۔ کسی ایک کی بات کروں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہی دوسرے ملک کی بات ہو۔ ان دونوں خطوں کے لوگ اسلام سے گہری وابستگی اور تعلق رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود یہاں کے حالات بہت خراب ہیں۔ دونوں ملکوں میں نام نہاد جمہوریت رائج ہے، دونوں ملکوں میں سیاسی انتشار اور کشاکش عروج پر ہے، دہشت گردی کے خلاف جنگ میں دونوں ممالک امریکہ کے اہم حلیف ہیں، دونوں ممالک اپنی خود مختاری سے پوری طرح دستبردار ہو چکے ہیں یوں لگتا ہے گویا سب کچھ امریکہ کے ہاتھوں تھما دیا گیا ہے، کہیں ان کی سرزمین پر بِلا جھجک ڈرون حملے ہوتے ہیں اور کہیں ان کی سرزمین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں رسد کی فراہمی کیلئے اڈوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے علاوہ ازیں دونوں ملکوں پر خائن اور بدکردار لوگوں کی حکومت قائم ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رباد(افریقہ) سے لے کر کابل تک ہمارا منظر نامہ ایسے سرکش حکمرانوں سے بھرا پڑا ہے جو مدہوش اور نیم مردہ عوام پر حکومت کر رہے ہیں

## امت کا تصور زندہ کریں!

میرے عزیز بھائیوں اور بہنو! میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں ایک دوسرے کو مخلص ہو کر نصیحت کرنی چاہیے، لہٰذا اب ہمیں سچائی کی تلخی برداشت کرنی ہوگی، ٹھنڈی میٹھی باتوں سے کسی کو فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر ہمیں حالات بدلنے ہیں تو مل بیٹھ کر غور کرنا ہوگا، اپنی بیماریوں کی تشخیص کرنی ہوگی، علامات سے پہچان کر دیکھنا ہوگا کہ ہم کون کون سے عارضے میں مبتلا

ہیں اور ان کا علاج کیسے ممکن ہے؟ مثلاً ہم وطن پرستی، قبائلی تعصب، نسلی اور لسانی امتیازات میں مبتلا ہو چکے ہیں جنہوں نے ہمارے اندر امتِ واحدہ کا تصور دھندلا دیا ہے۔ مکاری اور دجل سے کام لے کر پہلے ہمیں قومی ریاستوں میں بانٹ دیا گیا پھر ہمارے اندر تعصب کی خطرناک بیماریاں پھیلائی گئیں نتیجتاً ہم ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے۔ یہ اسی کا ثمر ہے کہ اگر کسی مسلمان ملک میں مسلم مہاجرین اور مجاہدین آجائیں تو انہیں غیر ملکی قرار دے کر امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں یہ قومی امتیازات ایک امتِ واحدہ کی حثیت سے ہمارے لیے مضبوطی کا باعث ہیں۔ اس اُمت میں بہت سی مختلف قومیں ہیں، سب کے مختلف پس منظر ہیں، مختلف انساب ہیں اور مختلف زبانیں ہیں، یہ سب کچھ تو ہماری قوت کا باعث ہیں نہ کہ کمزوری کا۔ اس لیے ہمیں جلد از جلد ایک امت کے تصور کو پھر سے زندہ کرنا ہوگا۔

میں آج جن موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ آپ میں سے کچھ لوگوں کی نظر میں حساس ہوں، لیکن میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ سب کچھ نیک نیتی اور خلوص پر مبنی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ یہ گفتگو میرے لیے اور تمام بہن بھائیوں کے لیے نصیحت بن جائے۔ آج امتِ مسلمہ کی صورتحال نہایت دردناک ہے، بے شک ہمارے دل اس پر دکھی ہیں اور ہم اس حالت کو بدلنا چاہتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق میں جھانکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلی ہمیشہ نوجوان لایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابراہیمؑ کے اس واقعے کا ذکر کیا ہے جو ان کی زندگی کا عظیم ترین کارنامہ تھا، یعنی جب انہوں نے سب سے بڑے بت خانے میں جا کر ایک کے سوا تمام بتوں کو توڑ ڈالا جس پر ان کی قوم نے غضب ناک ہو کر انہیں دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا تو وہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ (الانبیاء:۶۰)

انہوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے

یعنی اُس وقت سیدنا ابراہیمؑ نوجوان تھے۔ پھر اصحاب کہف کا مشہور واقعہ دیکھیں... بلکہ سورہ کہف کا نام ہی جن لوگوں پر رکھا گیا ہے، وہ کون تھے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی نوجوان ہی تھے۔ پس یہ نوجوان ہی ہیں جو ہمیشہ تاریخ کو بدلنے کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ میں یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہم جس تبدیلی کے خواہش مند ہیں اس میں اہم ترین کردار ''امت کے نوجواں'' نے ادا کرنا ہے۔

## خلافت از سر نو قائم ہونے والی ہے:

بھائیو اور بہنو! ہم اسلامی انقلاب کے کنارے پر کھڑے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ خلافت از سر نو قائم ہونے والی ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے امت مسلمہ کے مستقبل کے بارے میں کچھ جھوٹی امیدین اور تمنائیں باندھ لی ہیں، بلکہ اس کے

واضح دلائل موجود ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ امت کی سربلندی اور خلافت علی منہاج االنبوۃ کی جو پیشن گوئیاں موجود ہیں ان کے پورے ہونے کا وقت بہت قریب آچکا ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی ایک صحیح حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

’اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایسے لوگ پیدا کریں گے، جو دین کو دوبارہ زندہ کریں گے‘

اس حدیث کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ہر سو سال میں اللہ تعالیٰ دین کے اُن تمام پہلوؤں کو دوبارہ زندہ کرتے رہیں گے جنہیں نشاۃ ثانیہ کی ضرورت ہو گی اور دین کا سب سے اہم پہلو خلافت کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

’دین کی کڑیاں یکے بعد دیگرے ٹوٹتی چلی جائیں گی، ان میں پہلی کڑی حکومت ہو گی اور آخری نماز کی‘

اگر آپ کو یاد نہ ہو تو میں بتاؤں کہ ۱۹۲۴ء سے لے کر اب تک ہم خلافت سے محروم ہیں کیونکہ اس سال یعنی ۱۹۲۴ میں خلافت ٹوٹ گئی تھی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ سو سال نہ گزرنے پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ دین کے دیگر شعبوں کی طرح اس شعبے یعنی خلاف کو بھی دوبارہ زندہ کریں گے۔ یعنی ۲۰۲۴ء سے پہلے باذن اللہ۔ اللہ کے سوا غیب کا علم تو کسی کو بھی نہیں، لیکن ہم اس حدیث سے یہ بات اخذ کر سکتے ہیں کہ سو سال سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت سے محروم نہیں رکھیں گے۔ لہٰذا ہم ایک ایسی تبدیلی کے سرے پر کھڑے ہیں جس میں اسلام کا مکمل احیاء ہو گا، صرف علم و عقل کا احیاء نہیں، بلکہ حکومت، جہاد فی سبیل اللہ اور ہر اس شعبے کا احیاء ہو گا جسے دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے آج ایسے مسلمانوں کی تعداد میں روز اضافہ ہو رہا ہے جن کے خیال میں جہاد فی سبیل اللہ کو اس انقلاب اور تبدیلی کی راہ میں ہمارے منصوبے کا حصہ ہونا چاہئے۔ اور یہ خیال بھی عام ہوتا جا رہا ہے کہ ہمیں نہ صرف ان کفار کے خلاف لڑنا ہے جو ہمارے علاقوں پر قابض ہیں بلکہ ان خائن اور لٹیرے حکمرانوں کے خلاف بھی بر سرپیکار ہونا ہے، جنھوں نے ظلم و جبر کے ساتھ کفر کا نظام ہمارے سروں پر مسلط کر رکھا ہے۔

## افغانستان اور پاکستان کا مرکزی کردار ہے:

آج، افغانستان اور پاکستان اپنے قدیم اسلامی پس منظر، کثیر مسلم آبادی اور وسیع رقبے کے ساتھ امت کی نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں اور مستقبل میں ان خطوں کا یہ کردار مزید اہم ہو جائے گا۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ سب سے پہلے آپ اس بات کا ادراک کریں کہ آپ کہاں کھڑے ہیں، آپ ایک مرکزی نقطے پر ہیں، بلکہ یوں سمجھ لیں کہ آپ سٹیج کے بیچ کھڑے ہیں اور پوری دنیاء کی نظریں آپ پر ہیں۔ شاید آپ کو بھی اس بات کا اندازہ ہو چکا ہو کہ یہی وہ خطے ہیں جہاں امت کی نئی تارخ رقم ہونے والی ہے۔ یہ سارا انتشار اور بدنظمی اسی کی عکاسی کرتا ہے، البتہ آخر میں جو نتیجہ حاصل ہو گا اس کے لیے ہم سب کو مل کر کوشش کرنی ہو گی۔

قائدین جہاد:

# کفر کا نعرہ قبول نہیں!

مولانا عاصم عمر شہید رحمہ اللہ

الحمد للہ وحدہ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ، اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ[التوبة:8]

ہندستان کے ہندوؤں نے ایک بار پھر اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ وہ اسلام کا دشمن ہے، مسلمانوں کے عقیدہ کا دشمن ہے، مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو کا دشمن ہے۔ ہندستان کے مسلمانوں کو جبری ہندو بنانے، بندے ماترم کہلوانے، گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگانے کے بعد اب بات یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمانوں کو کفرِ بواح یعنی کھلا کفر کہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ حافظِ قرآن کو اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ بتوں اور مندروں کی زمین کو دیوی مانے اسکے معبود ہونے کا اقرار کر کے اسکے بڑا ہونے کا اعلان کرے۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد، جے ماتا، یا بھارت ماتا کی جے کہنے پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے ماننے والوں کو مجبور کیا جا رہا ہے۔۔۔ سیکولرزم اور اعتدال پسندی کا گیت گانے والے اب کہاں ہیں، جبکہ ڈنڈے اور ریاستی قوت کے زور پر مسلمانوں کو کفر کہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، انکو جبراً ہندو بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے؟

کیا ہندوؤں کو معلوم نہیں جس سینے میں اللہ اکبر ہو، وہ تمہارے بتوں کو بڑا کیسے مان سکتا ہے؟۔۔۔ جو زبان صرف اللہ کو بڑا کہنا جانتی ہو وہ لات و منات جیسے بتوں کو بڑا کیسے کہہ سکتی ہے؟۔۔۔ اپنے اللہ کے سوا کسی اور کو معبود کیوں کر مان سکتی؟۔۔۔ کیا طاقت کے زور پر توحید کے متوالوں کو ہندو بنایا جا سکتا ہے؟۔۔۔ کیا ریاستی بدمعاشی سے محمد ﷺ کے غلاموں کو اسلام سے ہٹایا جا سکتا ہے؟۔۔۔ کیا ہندوؤں نے مکہ کی تاریخ نہیں پڑھی؟۔۔۔ مکہ کے بت پرست بھی اسلام کے دیوانوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے، ان کو دین سے پھیرنے کے لئے تپتی ریت پر لٹا کر سینوں پر سلگتے پتھر رکھ دیا کرتے۔۔۔ جسم کی کھال جھلستی، چربی پگھلنے لگتی، لیکن محمد ﷺ کے دین کا عشق تھا کہ اور چڑھتا جاتا تھا۔۔۔ محمد ﷺ کے غلاموں کی زبانوں پر احد احد یعنی "معبود ایک ہے" کا نعرہ گونجتا تھا۔۔۔ بڑا صرف ایک ہے۔۔۔ ہمارا اللہ۔۔۔ اس کے علاوہ کسی اور کو معبود کیسے مان لیں۔ ہم تمہاری بات مان کر اپنے اللہ کے ساتھ کفر کس طرح کریں۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ محمد ﷺ کے رب کی قسم۔۔۔ توحید کا اقرار کرنے کے بعد کسی کو اسکے ساتھ شریک نہیں کیا جائے گا۔۔۔ اسکے علاوہ کسی کا نعرہ نہیں لگایا جائے گا۔۔۔ سو مکہ کے

بت پرست بھی ظلم کرتے کرتے ہار گئے۔۔۔ اور ایک دن وہ آیا جب بدر کے میدان میں بت پرستوں کی قیادت کی کھوپڑیاں انکے جسموں سے جدا محمد ﷺ کے غلاموں کے قدموں میں پڑی تھیں۔۔۔ اللہ نے اپنی کلمے پر ڈٹ جانے والوں اور اسکی خاطر جہاد پر نکل کھڑے ہونے والوں کو فتح عطا فرمائی تھی۔۔۔ مودی جیسے ابوجہلوں کی طاقت کا گھمنڈ اسی طرح خاک میں ملا کرتا ہے۔۔۔ کبھی بدر کے میدان میں تو کبھی پانی پت کے میدان میں۔۔۔ تاریخ خود کو دہراتی رہی ہے۔ اور اب پھر دہرائی جائے گی۔۔۔ اللہ کے رسول ﷺ فتح مکہ کے وقت ہاتھ میں نیزہ لئے مکہ کے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے پاش پاش کرتے اور جاء الحق وزہق الباطل کا اعلان فرماتے۔۔ اور انکے غلام سومنات کے بتوں کو توڑ کر اپنے پیارے رسول ﷺ کی سنت کو زندہ کرتے رہے ہیں۔۔۔

سو اے اللہ کے دشمنو! تم ہندستان کا بت بناؤ، یا گائے کا۔۔۔ تم کفر و شرک کی زمین کو دیوی ماتا کہو یا جس کو چاہے سجدے کرو۔۔ ہندستان کے مسلمان کی پیشانی صرف اپنے رب کے سامنے جھکے گی۔۔۔ بت جو بھی ہو۔۔ اسکا انکار کیا جائے گا۔۔۔ ایک دن آئے گا جب حق غالب آئے گا اور باطل مٹا دیا جائے۔

میرے غیور مسلمان بھائیو! آپ اپنے ذہنوں سے یہ خیال نکال دیجئے کہ ہندستان ہندوؤں کا ہے، یہ جب چاہیں کہ ہمیں ہندستان سے نکال باہر کرینگے۔۔۔ اپنے اللہ کی قوت پر بھروسہ کیجئے، یہ زمین تمہارے اللہ کی ہے، برہمن کے بتوں کی نہیں، اس زمین پر آپ نے صدیوں حکومت کی ہے، لیکن آج یہ کمزوری کیوں، یہ مجبوری و غلامی کیوں اسکی وجہ تمہارے پیارے رسول ﷺ نے بیان کر دی ہے:

"إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ بِأَذْنَابِ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ"

اے اللہ ورسول ﷺ کو ماننے والو! ان بزدلوں کو بتا کیوں نہیں دیتے کہ ہندستان کا مسلمان ہندستان ہی میں رہے گا اور مسلمان بن کر رہے گا۔ ایک اللہ اور ایک رسول ﷺ کا غلام بن کر رہے گا۔ مسلمانوں کو مٹانے کا خواب دیکھنے والے خود صفحہ ہستی سے مٹ گئے، سوویت یونین افغانستان میں مسلمانوں کو مٹانے آیا خود مٹ کر رہ گیا، امریکہ افغانستان میں اسلام کے رکھوالوں کو ختم کرنے آیا، آج شکست کی ذلت اسکا مقدر بنی ہے، عراق و شام، صومالیہ و یمن میں تمہارے مجاہد بھائی دنیا کے سپر طاقتوں کو دن رات مار رہے ہیں۔۔۔ تم ہندستان میں ۳۵ کروڑ سے زیادہ ہو، تمہارے پاس ہندستان کا بہترین علاقہ موجود ہے، ملک کے ہر صوبے میں تمہاری آبادیاں ہیں، اگر ہاتھوں میں صرف چاقو اور تلواریں لے کر بھی نکل کھڑے ہو تو تاریخ گواہ ہے کہ یہ ہندو تمہارے مقابلے ٹھہر نہیں سکتا۔۔۔ اسکی فطرت وطبیعت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔۔۔ یہ پٹتے ہوئے

دشمن کو مزید پیٹتا ہے، کمزور دشمن کے خلاف یہ شیر بن جاتا ہے اور پھر اس پر اتنا ظلم کرتا ہے کہ کبھی وہ اٹھنے کے قابل نہ رہ سکے۔۔۔اس نے ہندستان کی قدیم ذاتوں جن کو اس نے نیچی ذاتوں میں تبدیل کر دیا انکے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے۔۔۔یہ وہ کمین دشمن ہے جو شرافت واخلاق کو سمجھتا ہی نہیں ہے۔۔۔لیکن جب کوئی اسکو مارنا شروع کرے تو یہ اسکے قدموں میں گر کر زندگی کی بھیک مانگنے لگتا ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ایسے دشمن کے بارے میں فرمایا:

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً

انکے ساتھ تمہارا معاہدہ کس طرح ہو سکتا ہے، یہ اگر تمہارے اوپر غالب آجائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی معاہدے کا خیال کریں اور نہ کسی تعلق داری کا۔۔۔یہ وہ دشمن ہے جو تم پر غالب آجائے تو نہ پڑوس کا خیال کرتا ہے نہ دوستی کا بلکہ فسادات کی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو انکے پڑوسی ہندو ہی زیادہ نقصان پہنچاتے اور دھوکہ دیتے ہیں۔۔۔تمہارا قرآن ان کے مکر سے تمہیں خبر دار کر رہا ہے، يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ کہ یہ تمہیں صرف اپنی زبان سے راضی کرتے ہیں۔۔۔اچھے اچھے بیانات دے کر، ہندستان کے سیکولر ہونے کے دعوے کر کے، آئین وسنوِدھان سے دھوکہ دے کر۔۔۔ان فسادات کو ریاست کے بجائے ہندو فرقہ پرست تنظیموں کی سازش کہہ کر۔۔۔یا سرکاری مولویوں کے ذریعہ میٹھے بیانات دلوا کر۔۔۔حالانکہ یہ سب ایک ہیں۔۔۔ہندستان میں جو کچھ مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے اس میں ریاست اور اسکے ادارے برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ ورنہ کسی کی کیا مجال کہ یوں ہاتھوں میں چھرے لے کر مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتا رہے ۔۔۔ہم کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے قتلِ عام میں ہندستان کی ریاست شریک نہیں تو پھر مسلمان نوجوانوں کو بھی فساد کے دوران اسی طرح کھلی چھٹی دی جائے جیسے ہندو بلوائیوں کو دی جاتی ہے۔۔۔پھر دنیا دیکھے گی کہ ہندستان کا مسلمان بزدل نہیں ۔۔۔یہ تلواروں اور ڈنڈوں سے بھی اپنی عزتوں کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔۔۔لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہوتا ہے ایک طرف ہندو بلوائیوں کو ریاستی اداروں کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے، دوسری جانب مسلم اکثریتی محلوں کے باہر پولیس کرفیو لگا کر کھڑی ہو جاتی ہے تاکہ کوئی مسلمان گھر سے نکل ہی نہ سکے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں انکی چالوں اور مکاریوں سے باخبر کر رہا ہے۔۔۔يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ یہ میٹھے بیانات اور جھوٹے کمیشن بنانا تمہیں ٹھنڈا رکھنے کی چالیں ہیں۔۔۔لہٰذا انکے بیانات پر نہ جائیے۔۔۔یہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ انکے دل کی حالت قرآن بیان کرتا ہے۔۔وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ کہ انکے دل اس زبان کے بول کے مخالف ہیں اور ان میں کے اکثر کمین قسم کے دشمن ہیں۔۔۔انکے دلوں میں اسلام کی نفرت ہے، انکے دل قرآن کی نفرت سے بھرے ہیں، ۔۔۔انکا بس نہیں چلتا ورنہ انکی دلی خواہش یہ ہے کہ۔۔۔وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ کہ تم

اپنے اسلحے سے غافل ہو جاؤ، یعنی یہ چاہتے ہیں کہ انکے پاس ہر قسم کا اسلحہ ہو، یہ آر ایس ایس کے اداروں میں جنگی ٹریننگ بھی کرتے رہیں، لائسنس والا اسلحہ بھی صرف انکے پاس ہو۔۔۔ مسلمانوں کو یہ بھی نہ دیا جائے اور اگر کسی کے پاس ہو بھی تو فسادات سے پہلے اسکو پولیس واپس لے لے۔۔۔ تمہارا رب آگے بیان کرتا ہے۔ فَيَمِيلُونَ عَلَيۡكُم مَّيۡلَةً وَاحِدَةً پھر یہ ایک بار ہی بھرپور حملہ کر دیں۔۔۔یہی فطرت تمہارے اس ازلی دشمن کی ہے۔۔۔

اس کا وزیرِ اعظم مودی ہے۔۔۔ جس کو اقتدار ہی مسلمانوں کا خون بہانے کے نام پر ملا۔۔۔ جس کی کرسی مسلمانوں کے لاشوں پر سجائی گئی۔۔۔ جو مسلمانوں کی بستیاں ویران کر کے دلی کے سنگھاسن پر بیٹھا ہے۔۔۔ پھر کہتے ہیں کہ ہندستان ایک سیکولر ملک ہے۔۔ اس کا سنودھان سب کو برابر کے حقوق دیتا ہے۔۔۔ یہ برابر کے حقوق ہیں کہ اگر کوئی مسلمان گائے کاٹتا پکڑا جائے تو اس کو سرِ عام قتل کر دیا جائے۔۔۔ جبکہ نریندر مودی کو مسلمانوں کی کٹائی کے انعام میں دہلی کی حکومت دی گئی ہے۔۔۔ اسکے آئین میں مسلمان کی جان سے زیادہ درندوں کی قیمت ہے۔۔۔

سو اے میرے مسلمان بھائیو! سرکاری مولویوں اور لیڈروں کے بیانات و نعروں سے دھوکہ نہ کھائیے، ہندستان کے مسلم نوجوان کو اپنا فیصلہ خود کرنا ہو گا۔۔۔ عزت کی زندگی یا شہادت کی موت۔۔۔ پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے ساتھ ہو گی۔۔۔شام کے مسلمانوں کو دیکھئے کہ وہ کس طرح سے اپنے دشمن کے مقابلے کھڑے ہوئے، اللہ نے چند سالوں میں ان کو کتنا مضبوط کر دیا۔۔۔ یورپ کے اندر رہنے والے مسلمان نوجوانوں کو دیکھئے کس طرح اکیلے اکیلے ہی مضبوط دشمن پر حملے کر کے پورے یورپ کو پریشان کر دیا ہے۔۔۔ اللہ نے جتنی طاقت آپ کو دی ہے، اسی سے جہاد کا آغاز کر دیجئے۔۔۔ جو ادارے اور پرشاسن یہ فسادات کراتے ہیں انکے اعلیٰ افسروں کو ماریئے۔۔۔ آئی اے ایس(IAS)۔۔۔ اور آئی پی ایس (IPS)افسروں کو نشانہ بنائیے۔۔۔ ان کو مالی نقصانات پہنچائیے۔۔۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔۔۔ اور ہمیں آپ کی مدد کرنا آسان فرمائے۔۔۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قسط اول:

# پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہئے!

استاد احمد فاروق شہید رحمہ اللہ

جون ۲۰۱۴ء میں پاکستانی حکومت اور فوج نے 'ضربِ عضب' نامی فیصلہ کن آپریشن کا اعلان کیا تھا اور نفاذِ اسلام کا نام لینے والوں کو مٹانے کے لیے دشمن نے اپنی پوری قوت لگا دی... جس کی وجہ سے اسے بظاہر کچھ کامیابی بھی ملی۔ اس موقع پر بہت سے کمزور دل لوگ پریشان ہو گئے اور مجاہدین میں بھی مرجفین[3] نے ﴿وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا﴾[4] کے مثل یہ نعرہ لگایا کہ وقتی طور پر اس تحریک اور جہاد کو چھوڑ دیجیے اور مصالحت کر لیجیے۔

اس وقت استاد احمد فاروق شہیدؒ نے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جس میں آپؒ نے شرعی، ایمانی، عسکری، اخلاقی اور عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے۔ اس مضمون کے بنیادی مخاطبین خود مجاہدین ہی ہیں، تاہم یہ افادۂ عام سے خالی نہیں تھا اس لیے اسے عام نشر کیا جا رہا ہے، تاکہ مجاہدین تو ضرور اسے پڑھیں، پاکستان کے عوام بھی ضرور مطالعہ کریں اور اس راستے کی حقانیت کو اس شخص کی زبانی جانیں جس نے آخری دم تک مورچہ سنبھالے رکھا اور اپنی جان اسی مقصد کے لیے جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

(ادارہ)

## پاکستان میں جہاد جاری رکھنے کی شرعی وجوہات

**(۱) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ اس کی جو فرضیت 'آپریشن ضربِ عضب' نامی فوجی کارروائی سے قبل تھی، آج بھی وہی فرضیت باقی ہے اور شرعی حکم ذرہ برابر بھی تبدیل نہیں ہوا۔ کل بھی اپنی زمین اور اپنی قوم پر کفریہ نظام اور انگریزی قانون کی حکمرانی برداشت کرنا جائز نہ تھا اور آج بھی جائز نہیں۔ کل بھی اصول یہ تھا کہ "الإسلام يعلو ولا يعلى"[5] [یعنی اسلام بلند و غالب ہوتا ہے، اسلام پر کوئی دوسری شے غالب نہیں ہو سکتی] اور آج بھی یہی اصول ہے۔

---

[3] ایسے لوگ جو باقی لوگوں میں پریشانیاں پھیلاتے ہیں، بالخصوص دشمن کی برتری اور اپنی کمتری بیان کر کے صفوں میں انتشار و اضطراب پیدا کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ﴾ (الاحزاب: ٦٠) کا ذکر ہے، یعنی مدینے کے وہ لوگ جنھوں نے غزوۂ خندق کے موقع پر ایسی باتیں پھیلائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کے شر سے مجاہدین کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

[4] ترجمہ: "اور جب ایک گروہ کہنے لگا کہ اے مدینہ والو! آج تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں، واپس پلٹ چلو"۔ (سورۃ الاحزاب: ١٣)

[5] [یہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں جنھیں امام دار قطنی، امام بیہقی اور امام ضیاء مقدسیؒ نے سیدنا عائذ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے۔]

**(۲) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ ۷ سال قبل اگر ایک مسجد کی پامالی و تباہی کا انتقام لینے کی فرضیت نے ہماری بندوقوں کا رخ اس نظام کی طرف پھیرا تھا تو آج وزیرستان تا سوات پھیلی بلا مبالغہ سینکڑوں مساجد و مدارس کی تباہی کا انتقام لینے اور مساجد تباہ کرنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا فرض ہم پر عائد ہو چکا ہے۔ واضح رہے کہ مساجد 'شعائر اللہ' میں سے ہیں جن کی توہین کفر ہے۔

**(۳) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ کل اگر ۸۰۰ مسلمان پاکستان نے گرفتار کرکے امریکہ کے حوالے کیے تھے تو آج ہزاروں مجاہدین، علماء، طلبائے علومِ دینیہ، داعیانِ دین اور حتیٰ کہ پاکدامن خواتین پاکستان کی اپنی خفیہ اور علانیہ جیلوں میں قید ہیں۔ ان قیدیوں میں سے ۵۰۰ تو صرف وہ ہیں جنہیں سزائے موت سنائی جا چکی ہے۔ اور وہ سینکڑوں ان کے علاوہ ہیں جنہیں مقدمہ چلائے بغیر [جعلی پولیس مقابلوں میں] گولیاں مار مار کر سڑکوں چوراہوں بیابانوں میں پھینکا جا رہا ہے۔ پس اگر کل '' فكو العاني''[6] [قیدی کو چھڑاؤ] کا حکمِ نبوی ﷺ ہم سے مخاطب تھا تو یہ حکم آج اور بھی زیادہ شدت سے مخاطب ہے۔

**(۴) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ کل اگر پاکستانی فوج اور خفیہ اداروں نے امارتِ اسلامیہ افغانستان سے غداری کر کے ایک شرعی امارت کا سقوط کروایا تھا تو آج یہی ادارے اس امارت کے دوبارہ قیام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔ ملا عبید اللہ اخوندؒ اور استاد یاسرؒ جیسے چوٹی کے قائدین ان کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں، مولانا جلال الدین حقانی صاحب کے ایک فرزند ان کی گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہوئے ہیں اور دوسرے فرزند کو انہوں نے گرفتار کر کے افغان حکومت کے حوالے کر دیا، پشاور اور کوئٹہ [سمیت پاکستان بھر میں] میں امارت سے وابستہ افراد کی ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ بھی زوروں پر ہے اور تا حال امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ[7] کے نائبِ عام ملا [عبد الغنی] برادر ان کی قید[8] میں ہیں۔ پس جس طرح کل افغانستان کی شرعی امارت کو اس کی پشت سے محفوظ بنانا فرض تھا، آج بھی اسی طرح فرض ہے اور ان غدار ہاتھوں کو کاٹنا لازم ہے جو مستقل امارت کی پیٹھ میں خنجر گھونپ رہے ہیں۔

**(۵) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ یہ ملک کل بھی امریکہ کے قبضے میں تھا اور آج بھی قبضے میں ہے۔ کل جو فضائی

---

[6] [اس حدیث کو امام بخاری، امام ابو داود، امام نسائی اور امام احمد نے سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے۔]

[7] [یہاں استاد احمد فاروق نے حفظہ اللہ لکھا تھا، کیونکہ اس وقت تک امیر المومنین کی وفات کی خبر معلوم نہ تھی۔ ہم نے یہاں رحمہ اللہ لکھ دیا ہے۔]

[8] اس وقت ملا برادر اسیر تھے۔

اڈے امریکہ کے حوالے کیے گئے تھے وہ آج بھی اسی کے حوالے ہیں۔ کل جو بندر گاہیں امریکی فوجی سازو سامان کی آمد و رفت کے لیے کھولی گئیں تھی وہ آج بھی کھلی ہیں۔ کل بھی اسلام آباد میں بیٹھا امریکی سفارت کار اس ملک میں امریکی 'وائسرائے' اور اصل حاکم تھا، آج بھی وہی اس ملک کا حاکم ہے، اور فوجی و سیاسی قیادت اور میڈیا کے چوٹی کے صحافی اسی کو براہِ راست جوابدہ ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ آج تو یہ امریکی قبضہ پہلے سے کہیں زیادہ واضح اور عیاں ہو گیا ہے۔ کل تک 'وِکی لیکس' (wiki leaks) نے وہ دستاویزات نشر نہیں کیے تھے جو واضح کرتے ہیں کہ فوجی و سیاسی قیادت حتیٰ کہ میڈیا کے سینئر اہلکار ،سب براہِ راست امریکی سفیر کو جواب دہ ہیں۔ کل تک ریمنڈ ڈیوس کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کو شہید کرنے امریکی فوجی ایبٹ آباد تک نہیں آئے تھے۔ سلالہ پوسٹ پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ کل تک تو ڈرون بھی قبائلی عوام اور مجاہدین پر آگ برسانے کے لیے یوں دندناتے ہوئے پاکستانی فضاؤں میں نہیں گھومتے تھے۔ کل تک یہ حقائق واضح نہیں تھے کہ پاکستانی فضائیہ کے تمام ایف سولہ طیارے...جو کہ اس کی عسکری قوت کی ریڑھ کی ہڈی ہیں... جیکب آباد بیس میں جمع ہیں جہاں ۲۵ امریکی افسران کے ہاتھ میں ان کا مکمل کنٹرول ہے اور بم وہیں برستا ہے جہاں امریکی افسر حکم کرے! پس پاکستان کو اس صلیبی قبضے سے آزاد کرانا اگر کل فرضِ عین تھا تو آج ان واضح حقائق کے سامنے آجانے کے بعد یہ فرضیت دوچند ہو چکی ہے۔

**(۶) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ اگر کل تک پاکستانی فوج ۸۰۰ عرب اور غیر عرب مہاجر مجاہدین امریکہ کے حوالے کرنے کی مجرم تھی تو آج سینکڑوں عرب، ازبک، ترکستانی، ترک اور دیگر قومیتوں کے مہاجرین کا لہو بھی اس کی گردن پر ہے۔ یہ اس کی فراہم کردہ معلومات اور 'لاجسٹک سپورٹ' کا نتیجہ ہے کہ یہ فی سبیل اللہ مہاجرین ڈرون حملوں کا نشانہ بنے اور شیخ مصطفیٰ ابو الیزید، شیخ عطیۃ اللہ، شیخ ابو یحییٰ، قاری طاہر جان، شیخ عبد الشکور ترکستانی، شیخ منصور شامی، شیخ ابو دجانہ پاشا، شیخ روشن آقار حمہم اللہ جیسے قائدین سے امت محروم ہوئی۔ پس اس خونِ ناحق کا قصاص لینا ہمارے ذمے ہے۔

**(۷) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ یہ ایک دفاعی جہاد ہے جو فوج کی طرف سے بار بار کے فوجی آپریشنوں، بلا اشتعال حملوں اور سینکڑوں گرفتاریوں کے بعد شروع کیا گیا تھا۔ اور دفاع کرنا شرعاً فرض ہے اور ترکِ دفاع حرام۔ یہ کوئی اقدامی جہاد نہیں جس کو موخر یا معطل کر لینے میں حرج نہ ہو بلکہ دفاعی جہاد ہے۔ اور دشمن کی طرف سے آج تک کسی دن بھی 'اقدام' اور 'زیادتی' بند نہیں ہوئی کہ ہمارے لیے دفاع ترک کرنے کی گنجائش پیدا ہو سکے۔ پس اللہ کا یہ فرمان آج بھی اسی طرح ہم سے مخاطب ہے:

﴿أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾[التوبۃ: ۱۸]

[”کیا تم ایسے لوگوں کے خلاف قتال نہ کرو گے جنھوں نے اپنے عہد توڑ ڈالے اور نبی ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انھی نے پہلی بار تمہارے خلاف جنگ کی ابتدا کی تھی“۔]

**(۸) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ خیر کا کام ”نفل“ بھی ہو تو ایک بار اس کا آغاز کر دیا جائے تو اسے چھوڑا نہیں جا سکتا اور اس کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ تبھی نبی پاک ﷺ نے احد کے دن جب ہتھیار زیبِ تن کر لیے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم کو ندامت ہوئی کہ انھوں نے آپ ﷺ کو مدینے سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر کیوں اصرار کیا اور انھوں نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ آپ مناسب سمجھیں تو رک جائیں اور ہم مدینے ہی میں رہ کر لڑ لیتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کسی نبی کے لیے جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اتار دے، یہاں تک کے وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کر لے“۔[9] پس جب جنگ بالاصل بھی فرض ہو، پھر دفاعی نوعیت کے سبب بھی فرضیت مزید پختہ ہو چکی ہو، پھر اس کا آغاز بھی کیا جا چکا ہو اور بات ہتھیار پہننے سے بھی بہت آگے جا چکی ہو، سات سال سے گھمسان کی جنگ جاری ہو تو اس کے بعد پیچھے ہٹنے کا کیا جواز؟ پس جس خیر کے کام کو اللہ کی توفیق سے شروع کیا ہے، اب اسے اللہ ہی کی توفیق سے مشکلات کے باوجود مردوں کی طرح منطقی انجام تک پہنچایا جائے اور اس سے پہلے قدموں میں لرزہ نہ پیدا ہونے پائے۔

**(۹) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ یہ اللہ رب العزت کے اس فرمانِ مبارک کا تقاضا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ [التوبة: ۱۲۳]

[”اے ایمان والو! لڑو ان کفار سے جو تمہارے قرب وجوار میں ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں“۔][10]

پس اپنے ملک میں بیٹھے امریکیوں، برطانویوں اور اپنی قوم سے تعلق رکھنے والے مرتدین سے لڑائی کرنا ہی اس آیت پر عمل کرنا ہے۔ اور یہ بعض اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے اس طرزِ عمل سے بھی مشابہت رکھتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے کافروں سے الگ ہو کر اپنا الگ مرکز قائم کیا اور انصار کو ساتھ لے کر سب سے پہلے اپنے وطن (مکہ) کے کافروں کو جڑ سے اکھاڑا۔

---

[9] سیرتِ مصطفیٰ ﷺ، جلد دوم، مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

[10] اگرچہ بعض حالات میں دور موجود سے لڑنا افضل ہو جاتا ہے، خصوصاً جب وہ زیادہ فعال اور خطرناک ہو لیکن راقم کی ناقص رائے میں ہمارے حالات میں اس آیتِ مبارکہ کے ظاہری معنی پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

**(۱۰) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ اب جہاد روکنے کا ایک ہی مطلب ہے کہ حملہ آور کفار و مرتدین کے سامنے ہتھیار ڈال کر یا تو خود کو ذبح ہونے کے لیے پیش کر دیا جائے یا ذلت کے ساتھ مرتدین کی شرائط پر صلح قبول کر لی جائے۔ حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ:

﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ۳۵]

"پس بودے بن کر صلح کی درخواست نہ کرو اور تم ہی بلند بالا ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور ناممکن ہے کہ وہ تمہارے اعمال کو ضائع کر دے"۔

**(۱۱) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے** کیونکہ کشمیر، آسام، گجرات، احمد آباد سمیت پورے ہند کے مسلمانوں کی نصرت اور ان کو ہندو بنیے سے نجات دلانا ہم پر فرض ہے، اور پاکستان اس غزوۂ ہند کا دروازہ ہے۔ اس دروازے پر بیٹھی فوج اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کی قوت توڑے بغیر اور پاکستان کو صلیبیوں اور ان کے آلہ کاروں سے آزاد کرائے بغیر مسلمانانِ ہند کو آزادی دلانے کا ہدف حاصل کرنا ممکن نہیں۔[11] پس غزوۂ ہند کی اس فرضیت کی ادائیگی اور اس کے فضائل کے حصول کے لیے پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے۔

پس شرعی دلائل پر سرسری نگاہ ڈالنے سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس جہادِ [پاکستان] کو جاری رکھنا ہی آج ہم سے مطلوب ہے۔

(جاری ہے)

[11] یہی نہیں، بلکہ پاکستان کی آزادی سے ہی برما، تھائی لینڈ اور سری لنکا کے مظلوم مسلمانوں کی نصرت کی راہ ہموار ہوتی ہے اور خود مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کو چینی ملحدوں کے پنجوں سے چھڑانے کا رستہ بھی کھلتا ہے۔

# ’عقیدۂ موالات‘ اہلِ حق علما کی نظر میں

از: مولانا عمار خان تورنگزئی

’عقیدۂ موالات‘ جس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، شریعت اس پر سختی سے کاربند ہونے اور ’الحب فی اللہ والبغض فی اللہ‘ کے رنگ میں رنگنے کا تقاضا کرتی ہے۔ قرآن وحدیث نے اس مسئلے کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ایک مومن کے لئے جس طرح اللہ، اس کے رسول اور دینِ اسلام پر ایمان لانا اور اس سے محبت کا اظہار ضروری ہے اسی طرح اللہ کے دشمنوں، ادیانِ باطلہ اور جملہ طواغیت سے انکار اور اس سے نفرت کا اظہار بھی جزِ ایمان ہے۔ درجِ ذیل آیات اس مسئلے کی پوری طرح وضاحت کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ

ترجمہ: ”اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے انکو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہو گا“۔[12]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھی ان کو اور کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ“۔[13]

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۨالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: ”(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) منافقوں (یعنی دورخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں“۔[14]

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً

ترجمہ: ”مسلمان اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، ہاں

---

[12] المائدۃ:۵۱

[13] المائدۃ:۵۷

[14] النساء:۱۳۸،۱۳۹

مگر ان (کے شر) سے بچنے کے لئے اپنا بچاؤ کرنا چاہو (تو عارضی طور پر ایسا کر سکتے ہو)"۔[15]

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

ترجمہ: "اے اہل ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن 'بھائی) ایمان کے مقابلے کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔ اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں"۔[16]

آج چونکہ امتِ مسلمہ کو اپنے اجتماعی زندگی میں کفر کی ایسی قبیح شکل سے واسطہ ہے جو مختلف لبادے اوڑھے ہوئے ہے۔ امتِ مسلمہ سے اس کو واسطہ ہی نہیں بلکہ وہ اس نظام کے تحت رہنے پر مجبور و محکوم ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلا کہ آج امت میں وہ تمام محکم امور ماند پڑ گئے جس کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے۔

انہی امور میں سے عقیدۂ موالات بھی ہے۔ چونکہ اس عقیدے کی پہلی ضرب ہی کفر کے ہر قدیم و جدید شکل اور اسلام کے علاوہ تمام طرز ہائے زندگی سے انکار ہے۔ لہذا جدید جاہلی نظام اس عقیدہ کو ختم کرنے کے لئے ہمیشہ سے حرکت میں رہی ہے اور مختلف مکر و فریب کے ذریعے اس پر جاہلیت کی گرد ڈالنے کی سعی کرتی آ رہی ہے۔ کبھی امتِ مسلمہ میں 'تقاربِ ادیان' کے گن گاتے پھرتے ہیں تو کبھی 'عدمِ تشدد' کا نقارہ عجوزہ بجاتے ہیں۔ کبھی گلوبلائزیشن کے پرستادے نظر آتے ہیں تو کبھی قومیت کا غوغا پیٹتے ہیں۔ عوام تو در کنار دین دار طبقے کا بھی جمِ غفیر اس گرداب کا شکار ہیں۔ اور ان بدعی نعروں سے اس حد تک مانوس ہوئے کہ یہ مسلَّم عقیدہ تک ان سے اوجھل ہو گیا۔ اللہ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ان اہلِ حق علمائے کرام پر جنہوں نے اس پرُ آشوب دور میں امتِ مسلمہ کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ اور ان جدید فتنوں سے نبرد آزمائی سر لی۔ ان اہلِ حق میں سے مولانا ادریس کاندھلویؒ بھی ہیں جنہوں نے ان ظلمت کدوں میں ایمان کی شمع روشن فرمائی اور ان تمام فتنوں پر قلم کاری فرمائی جو امتِ مسلمہ کو مجموعی طور پر زوال کی طرف ہنکا رہے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں 'عقیدۂ موالات' سے متعلق مولانا کاندھلویؒ کا ایک سنہری اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ اور یہ کاوش ان حضرات کی خدمت میں ایک تذکیر ہے جو اس مسئلے سے صرفِ نظر کر کے اس بابت تساہل برت رہے ہیں۔

---

15 العمران:۲۸

16 التوبۃ:۲۳

اس اقتباس میں درجِ ذیل تین بنیادی امور کو اجاگر کیا گیا ہے۔

۱۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت اور طواغیت کی قدیم و جدید قسم سے نفرت و بیزاری کا اعلان۔

۲۔ مسلمان ہونے کے لئے اسلام سے صرف قلبی یا لسانی نسبت کافی نہیں بلکہ اقتضائے ایمان کے مطابق عمل ضروری ہے۔

۳۔ طاغوت کی بجائے کتاب اللہ کو حکم بنانا اور اسی کے مطابق فیصلے کرنا۔

چنانچہ حضرتؒ فرماتے ہیں:

”آں حضرت ﷺ کی علی الاعلان کفر و شرک کی ممانعت اور بتوں اور بت پرستوں کی مذمت اور اعداء اللہ کی باوجود شدید عداوت اور مخالفت کے آپ ﷺ کی اور آپ کے صحابہ کرام کی استقامت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام کے لئے فقط تصدیقِ قلبی یا لسانی کافی نہیں بلکہ کفر اور کافری اور خصائصِ شرک اور لوازم سے تبری اور بیزاری بھی لازمی اور ضروری ہے۔ ’تولا بے تبرا نیست ممکن‘ اس جگہ صادق آتا ہے۔

وقد قال تعالیٰ: ”قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ“

ترجمہ: ”تمہیں ابراہیم اور ان کے رفقاء کی نیک چال چلنی (ضرور) ہے جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں (اور) تمہارے (معبودوں کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) اور جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کھلم کھلی دشمنی رہے گی ہاں ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ (ضرور) کہا کہ میں آپ کے لئے مغفرت مانگوں گا اور میں خدا کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے پروردگار تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں (ہمیں) لوٹ جانا ہے“۔[17]

و قال تعالیٰ: ”فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ“۔

ترجمہ: ”لیکن جب انکو معلوم ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے“۔[18]

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح اہلِ ایمان کے لئے حق جلّ و علیٰ اور اس کے رسول مصطفی اور نبی مجتبیٰ ﷺ کی محبت اور اطاعت کا اعلان ضروری ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ۹ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خاص اس لئے

---

17 الممتحنۃ:۴

18 التوبۃ:۱۱۴

روانہ فرمایا کہ موسمِ حج میں براءت کا اعلان فرمائیں جس کے لئے سورۃ براءت کی آیتیں نازل ہوئیں تھیں اور حدیث میں ہے: ”من احبّ للہ وابغض للہ فقد استکمل الایمان“۔ جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کیلئے بغض رکھا اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ اللہ کی محبت اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی ہے جب تک اللہ کے دشمنوں سے بغض اور عداوت کامل نہ ہو۔ قلب میں جس قدر خدا کے دشمنوں کے لئے گنجائش ہے اسی قدر قلب اللہ کی محبت سے خالی ہے۔ ”مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَیۡنِ فِیۡ جَوۡفِہٖ“ اللہ نے کسی کے لئے دو دل نہیں بنائے لہذا ایک قلب میں دو متضاد چیزیں کیسے سما سکتی ہیں مومن کامل تو وہی ہے کہ ایک خدا کی رضا اور خوشنودی کے مقابلے میں سارے عالم کی ناراضی کی ذرہ برابر پرواہ نہ رکھتا ہو۔

حضرات انبیاء علیہم الف الف صلوٰۃ اللہ کی یہ سنت ہے کہ جس طرح وہ خداوندِ ذوالملک والملکوت کے ایمان و تصدیق کی دعوت دیتے ہیں اسی طرح کفر اور شرک اور طاغوت کی تکذیب اور انکار کا بھی حکم دیتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ: ’یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ‘۔ تفصیل اگر درکار ہو تو امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات ص ۳۲۵ دفتر اول مکتوب ۲۶۶ کی طرف مراجعت فرمائیں۔

حق جلّ شانہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کے قلب میں اپنے دشمنوں کا غیض وغضب ڈال دیتے ہیں۔ ایمان کی میزان (ترازو) جب ہی سواء سواء (برابر) رہتی ہے کہ جب اس کا دایاں پلّہ ’حب فی اللہ‘ اور بایاں پلّہ ’بغض فی اللہ ‘سے بھرا رہے۔ جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کیلئے بغض رکھا اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ اس ناچیز کے خیال میں ’حب فی اللہ‘ اور ’بغض فی اللہ‘ میں تلازم ہے ایک کا دوسرے سے انفکاک (جدائی) اور انفصال (فاصلہ) ناممکن اور محال معلوم ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کبھی ’حب فی اللہ‘ کا ظہور پہلے ہوتا ہے اور کبھی ’بغض فی اللہ‘ کا نیز ’حب فی اللہ‘ مقصود بالذات ہے اور ’بغض فی اللہ‘ مقصود بالعرض ہے اس لئے ’حب فی اللہ‘ کا ترازوئے ایمان کے دائیں پلّہ میں اور ’بغض فی اللہ‘ کا بائیں پلّہ میں رکھا جانا معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم“[19]۔

[19] سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ج۱ص۱۷۰

# خلافت کیسے قائم ہو گی۔۔۔؟

از: اسامہ ابراہیم

دین کا جو بھی کام ہو اس کے نتائج و ثمرات حاصل کرنے اور عند اللہ مقبول ہونے کیلئے دو شرائط ہیں ا۔ اخلاصِ نیت ۲۔ منہج نبوت یعنی جو کام بھی آپ شروع کررہے ہیں اس میں پہلی شرط آپ کی نیت کیا ہے۔۔؟ نیت نیک اور رضائے الٰہی ہونی چاہئے اور دوسرا یہ ہیکہ اس کام کیلئے آپ نے طریقہ کار کیا اختیار کیا ہے۔۔؟ اگر وہ طریقہ نبی ﷺ کے طریقہ اور انکی لائی ہوئی شریعت کے مطابق ہے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ نصرت بھی فرمائے گا اور نتائج و ثمرات بھی دے گا۔

انالننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد

کسی بھی ایمانی اور اسلامی تحریک کی خاصیت یہ ہوتی ہیکہ اس کو اگر اپنی روح اور وجود کے ساتھ اٹھایا جائے تو وہ ہر اس آدمی کے دل اور وجود کو روشن کردیتی ہے جس کے دل میں روشنی قبول کرنے کی صلاحیت باقی رہ گئی ہو جنابِ نبی کریم ﷺ خود سراپا ایمان واسلام بن کر اٹھے تو آپ ﷺ کی ایمانی واسلامی شعاعوں نے صدیقِ اکبرؓ کی فطرت کو جگایا اور بھڑکایا، دونوں نے مل کر اللہ کے حکم کے مطابق حق اور نظامِ حق کی قولی اور عملی گواہی دینے اور دعوت دینے کا بیڑا اٹھایا۔ دنیا کے بدترین ماحول اور معاشرہ کے مقابلہ میں ایمان اور ایمانی معاشرہ پیش کیا، دونوں معاشروں کے درمیان کافی عرصہ تک کشمکش رہی جس کے نتیجے میں بالآخر ہجرت وجہاد کی صورتیں پیدا ہو گئیں، کفار و منکرین کے ساتھ جتنی جنگیں ہوئیں ان تمام جنگوں میں دو سوانسٹھ ۲۵۹ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے اور پورے جزیرہ عرب میں اسلام کو غلبہ اور تسلط حاصل ہوا اور پھر یہی غلبہ و تسلط برابر پھیلتا اور بڑھتا رہا حتیٰ کہ مسلمانوں کو پوری زمین پر بین الاقوامی غلبہ اور اقتدار حاصل ہوا جو کہ ہزار سال تک رہا، پھر اس کے بعد مسلمانوں کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔

مسلمانوں کا یہ شیرازہ کیوں بکھرنا شروع ہوا۔؟ اس کی کیا وجہ تھی۔۔۔؟ اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ "مسلمانوں کی اجتماعیت سے روحِ ایمانی پرواز کرچکی تھی" ظاہر ہے جب کسی بدن سے خواہ وہ ایک فرد کا بدن ہو یا قوم کا اجتماعی وجود اس کی روح نکل جاتی ہے تو وہ ٹکرے ٹکڑے ہو کر منتشر ہو جاتا ہے اور مردہ وشکست خوردہ قومیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وحرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون حتی اذا فتحت یأجوج ومأجوج وھم من کل حدب ینسلون

یعنی ناممکن ہے ان بستیوں کیلئے جن کو ہم نے ہلاک کیا کہ وہ پھر نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اوروہ ہر بلندی سے تیزی کیساتھ اترنے لگیں۔

اس قرآنی پیشنگوئی کی ایک جھلک دنیانے دیکھی کہ جب مسلمانوں کی اجتماعیت کے اندر سے روح ایمانی نکل گئی تووہ تمام قومیں اور کیڑے مکوڑے جو مسلمان شیروں سے دبے ہوئے تھے اورانکا کوئی قوی وجود نہ تھادوبارہ عین اس وقت قومی عروج کی طرف لوٹ آئے جو اس سے قبل زوال پذیر ہوکر اپنی قومی حیثیت گم کر چکے تھے میری مراد یہود ونصاریٰ ہیں، آج تمام عالم اسلام شیطان کے چیلوں اوردشمنانِ اسلام کے ماتحت ہیں یہاں تک کہ چاروں طرف سے مسلمانوں کالشکر گاہ مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ دشمنان اسلام کے نرغے میں ہے اور مسلمانوں کے ایمان واخلاق، تہذیب وتمدن اوراموال کودونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں اسی طرح کی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی:

"حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایاعنقریب ایساوقت آنے والاہے جس میں [کفر کی علمبردار] قومیں تم پر [قابض ہونے کیلئے] ایک دوسرے کواس طرح بلائیں گی جس طرح دسترخوان پر کھانے کیلئے بلاتے ہیں، کسی نے عرض کیایارسول اللہ ﷺ اس وقت ہماری تعداد کم ہو گی۔۔؟ فرمایانہیں، بلکہ تمہاری تعداد توبہت ہو گی لیکن تمہاری حیثیت پانی کی خس وخاشاک کی طرح ہو گی [جو پانی کے بہاؤ کے اوپر تیرتی ہے] اوراللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہاری ہیبت ورعب نکال دے گا اور تمہارے دل میں وَھن پیدا کردے گا عرض کیایارسول اللہ ﷺ یہ وھن کیاہے۔۔؟ فرمایادنیاکی محبت اور موت سے نفرت"۔

موجودہ حالات کواس حدیث پاک کے تناظر میں دیکھیں توحدیث کی صداقت پرایمان اوربڑھ جاتاہے یہی حال ہے آج کے مسلمانوں کا، دشمن کے اشاروں پر حرکت کرتے ہیں، دوسروں کے دست نگرہیں، ڈیڑھ ارب ہونے کے باوجود کفار کے دلوں میں ان کی کوئی ہیبت اوروزن نہیں کیوں اس لیئے کہ مسلمان کے دل میں دنیاکی محبت اور موت سے نفرت پیداہوگئی ہے۔ اور یہ دنیاکی محبت اور خوف اسی وقت پیداہوتاہے جب دل سے ایمان کی روشنی بجھ جاتی ہے جب تک ایمان کی روشنی جگمگاتی رہتی ہے توفکرِ آخرت دنیاپرغالب رہتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب مسلمان قوم کی اجتماعیت سے روحِ ایمانی نکل گئی تویہ امت زوال پذیرہوگئی پھراس مردہ قوم کے اندرکچھ زندہ دل لوگ بھی تھے جنہوں نے حالات کے مطابق سردھڑ کی بازی لگائی اور کفرکامقابلہ کیالیکن مسلمان قوم کوئی خاص عزت حاصل نہ کرسکی، مسلمانوں نے عالمی سیاسی اتحاد کی تحریک چلائی ناکام ہوئی، اس کے بعد عثمانی خلافت اور مغلوں

کی سلطنت ٹوٹی ان دونوں کے زیرِاقتدار مسلمان قوم درجنوں کی تعداد میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی اوران پر انگریزوں کا تسلط قائم ہوگیااوروہ مسلمانوں کو غلام بناکران پر حکومت کرنے لگے پھر عرصہ بعدہندوستان میں مسلمانوں نے ایک عظیم الشان تحریک چلائی تواس کے نتیجے میں اگرچہ انگریزرخصت توہوگیالیکن مسلمانوں پر ایسے سرکش، ظالم اور ملحدلوگوں کااقتدارآیاجوانگریزسے بھی بدتراورظالم تھے اسی کے ساتھ ہی پاکستان کی دھوم دارتحریک چلی تاکہ ایک اسلامی حکومت وجود میں آئے لیکن جب تقسیم ہند کا نتیجہ سامنے آیاتوصرف مسلمان ہی تقسیم ہوگئے کروڑوں مسلمان ہندوستان کے حصہ میں چند کروڑ پاکستان اور باقی چند بنگلہ دیش کے حصے میں اورجب نظریں اٹھیں تودیکھا مسلمانوں کے حکمران وہی بنے جوانگریزکے تیارکردہ اورانگریزسے بھی سخت اور ظالم تھے، بالکل یہی حال ان تحریکات کاہے جومصر، الجزائراورسوڈان وغیرہ میں اٹھیں۔

اب سوال یہ ہیکہ ان تحریکات سے غلبۂ اسلام کا مقصد کیوں حاصل نہیں ہوا۔۔۔؟اس کی کچھ وجوہات ہیں۔۔۔

1. یہ تحریکات درپیش مسائل کی وجہ سے عارضی اوروقتی طورپروجودمیں آئیں: ایسی تحریکات صرف ردعمل کے طورپروجود میں آئیں اورانہوں نے ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جوان کواس وقت درپیش تھے، ظاہر ہے جوتحریک کسی ایک مسئلہ کو حل کرنے کیلئے اٹھے توہوسکتاہے کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں کامیاب ہوسکے لیکن اس سے یہ توقع کرنا کہ اس سے اسلام کاعروج اوراحیاء بھی ہویہ مشکل ہے۔

2. نفاذِاسلام کیلئے غلط راستوں کا انتخاب: ان تحریکات میں بعض تحریکات ایسی ہیں جنہوں نے اسلام کے فطری اور بنیادی راستوں کی بجائے ایسے راستوں کو تجویز کیا کہ ان پر چل کر خود کارکنانِ تحریک ،اسلام اورایمان کی روح سے خالی ہونے لگتے ہیں، جب خود تحریکات اپنے کارکنان سے اسلامی روح نکالتی ہیں تووہ معاشرے سے ایمان دار لوگوں کو چننے میں کس طرح کامیاب ہوسکتی ہیں مثلاً

نفاذِاسلام کیلئے اقتدار کے حصول کی تحریک[20]: ہوسکتاہے کہ ان تحریکات کے قائدین کاجذبہ نیک ہواوران کے دلوں میں مظلوموں اور غریبوں کیلئے خیر خواہی ہو لیکن جب وہ پہلے ہی سے تحریک کو حصولِ اقتدار کے نام پر اٹھاتے ہیں توایسی صورت میں حصولِ اقتدارسے پہلے خود ان کے اندر اقتدار کی محبت گھر کر جاتی ہے اگر بالفرض ان کے دل اقتدار کے مرض سے پاک بھی ہوں تویہ تحریک معاشرہ سے جن لوگوں کو چن سکتی ہے وہ یہ ہوں گے:

---

[20] جماعت اسلامی و تنظیم اسلامی وغیرہ

- جو لوگ برسر اقتدار پارٹی کے مخالف ہوں ان کے نظریات خواہ کتنے ہی باطل کیوں نہ ہوں وہ اس تحریک میں شامل ہوسکتے ہیں
- جن لوگوں کے دلوں میں اقتدار کے حصول کا مرض ہے وہ بھی شامل ہوسکتے ہیں
- ڈاکو، لٹیرے اور خائن لوگ بھی لوٹ کھسوٹ کیلئے شامل ہوجائیں گے

ظاہر ہے اگر ایسی گندی بھیڑ کے ذریعے اقتدار حاصل کیا جائے تو اس کے بعد جو حکومت وجود میں آئے گی خواہ وہ اسلام کے نام سے ہو یا کسی بھی نام سے ہر حال میں بدکردار اور خائن لوگ ہی فائز ہوں گے فرق صرف یہ ہوگا کہ پہلی حکومت کفر و شرک کے نام پر ظلم وخیانت کا ارتکاب کررہی تھی اور یہ اسلام کے نام پر روا رکھیں گے۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہو تو تحریکِ اقتدار جو کہ اعلی درجہ کی دنیا ہے اور اس سے توقع کی جائے کہ وہ تحریک آخرت والے صالح افراد تیار کرے گی یعنی گندم بوکر چاول کے حصول کی خواہش ظاہر ہیکہ یہ بے عقلی ہے۔

مغربی جمہوریت کے ذریعے نفاذِ اسلام کی تحریک[21]: یورپ سے جب جمہوریت یعنی عوام کی حکمرانی کا نظام دنیا پر چھانے لگا تو خلافت اسلامیہ کیلئے تڑپنے والے دلوں نے دیکھا کہ ایک ایسی راہ نکل آئی ہے جس کی وجہ سے اسلامی خلافت سخت قربانی دئے بغیر آسانی سے نافذ ہوسکتی ہے چونکہ پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور غیر مسلم کم تو ایسی حالت میں ظاہر ہے لوگ اسلامی نظام کے حق میں ووٹ دیں گے اور اس طرح اسلام کا نفاذ پاکستان میں ہوجائے گا پھر اس کو دوسرے ممالک میں پھیلا کر پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوجائے گا لیکن پچھتر سال ہوگئے ہیں اس جدوجہد میں نتیجہ آپ کے سامنے ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جو تحریک بھی نفاذِ اسلام کیلئے اسلامی راستے کو چھوڑے گی وہ کبھی بھی اسلام کی سرحد کو نہیں چھوسکے گی خواہ اس غلط راستے کو اسلام کا لبادہ ہی کیوں نہ پہنا دیا جائے یعنی مغربی کی بجائے اسلامی جمہویت۔

3. غیر مسلموں کی سازشیں: اسی طرح تحریکوں کے برآور نہ ہونے کا ایک سبب غیر مسلموں اور اسلام دشمنوں کی سازشیں بھی ہیں لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر مسلموں کی سازشیں اسلام کے خلاف کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتیں جب تک خودامتِ مسلمہ کے اندر کوئی خامی یا نقص موجود نہ ہو بالفاظِ دیگر منافقین ان کے ساتھ نہ ہوجائیں اور یہ بھی

[21] جمعیت علماء اسلام وغیرہ

حقیقت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے لیکر آج تک کوئی دور سازشوں سے خالی نہیں رہا اور ہر سازش کی کامیابی کے پیچھے منافقین کا ہاتھ تھا۔

4. شخصیت کی تعمیر سے غفلت: ہر پڑھا لکھا انسان جانتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہیں ان سے بہت سے احکامات اجتماعی نوعیت کے ہیں اور بہت انفرادی، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی احکام میں اجتماعیت اور انفرادیت دونوں کے درمیان ایک مخصوص توازن ہے اگر ان میں سے کسی ایک کو نظر انداز کر دیا جائے یا کسی پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جائے اور دوسرے کو کم اہمیت سمجھا جائے تو اس سے اسلام کی صحیح تطبیق سامنے نہیں آسکتی ،اجتماعیت اور انفرادیت کے درمیان جو توازن ہے ہم نے اس توازن میں اپنے عمل اور فکر سے بگاڑ پیدا کر دیا ہے اور یہ تمام تحریکات بھی اسی عدم توازن کا شکار ہوئیں جسکے سبب ایک تو ان سے کوئی نتائج حاصل نہیں ہوسکے اور دوسرا یہ کہ غیر مسلموں کی سازشوں کا بھی شکار ہو گئیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کونسا راستہ یا طریقہ ہے کہ اس کو اختیار کیا جائے اور اس سے اسلامی نظام کا غلبہ اور خلافت کا قیام ممکن ہو۔۔۔؟؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اس سے کوئی بھی نظریں نہیں پھیر سکتا کہ کسی بھی نظام یا قانون کا نفاذ بغیر قوت کے ممکن نہیں وہ اسلامی نظام ہو یا غیر اسلامی خیر القرون میں صحابہ کرامؓ کے دور میں اسلام کا جو نفاذ ہوا بحیثیتِ مجموعی وہ قوت اور شوکت یعنی جہاد کے ذریعے ہی ہوا جو کہ تقریبا ہزار گیارہ سو سال تک برقرار رہا اس کے بعد یہ موجودہ طاغوتی کفری سیکولر جمہوری نظام نافذ ہوا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بھی جنگ عظیم اول انقلاب فرانس کے نتیجے میں نافذ ہوا تو اس سے تو بالکل ہی مفر نہیں اور یہ طے ہے اور شریعت کا منہج بھی یہی ہیکہ **اسلام کا غلبہ خلافت کا قیام "عسکری جدوجہد" یعنی جہاد و قتال کے بغیر ناممکن ہے خلافت کا قیام عسکری جدوجہد یعنی جہاد و قتال کے ذریعے ہی ہوگا** ہاں البتہ اس میں دو چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔۔

ا۔ اگر یہ عسکری جدوجہد، جہاد کی روح، اخلاصِ نیت، تزکیہ نفس اور شریعت کی روشنی میں ہوگی تو اللہ کی نصرت بھی آئے گی اور فتح بھی جیسا کہ امارت اسلامیہ افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے [اللہ اس کو مزید تقویت دے اور اس کو منافقین اور حاسدین سے بچائے اور عمائے امارت کے فیصلوں میں برکت اور خیر ڈال دے] کیا امارت کے خلاف دشمن نے کم پروپیگنڈہ کیا تھا، اور کیا اس میں منافقین نے گھسنے کی کوششیں نہیں کیں۔۔۔؟ سب کچھ تھا لیکن چونکہ امارت نے اپنی تحریک

کی بنیاد اخلاص، توکل اور شرعی بنیاد پر قائم کی تو اللہ کی مدد اور نصرت آئی اور باوجود منافقین وخائنین کی شرارتوں اور خیانتوں کے امارت کو فتح نصیب ہوئی۔۔

۲۔ اور اگر یہ جدوجہد مفاد پرستی، حب جاہ ومال اور شریعت سے روگردانی کے ساتھ ہوئی تو یہی ہوگا منافقین وخائنین آپ کے اندر گھس جائیں گے اور آپ کو اپنے منہج سے بھی روگرداں کردیں گے اور اللہ کی مدد ونصرت اور فتح بھی دور ہوجائے گی۔

لہٰذا اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک ایسی جہادی تحریک شروع کی جائے جو اخلاصِ نیت کے ساتھ توکل اور شرعی بنیاد پر قائم ہو جس میں تزکیہ نفس کی طرف خصوصی توجہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تحریک عالمی ہو جس سے وحدتِ امت کا تصور اجاگر ہوتا ہو تو ایسی تحریک سے ہی خلافت کا قیام ممکن ہے اور اگر ان صفات کی حامل کوئی تحریک موجود ہو تو اس کی صفوں میں شامل ہوجانا چاہیے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا الاتباعۃ وارنا الباطل باطلا وارزقنا الاجتنابۃ

قسط اول:

# پاکستان میں نفاذ شریعت... مسائل اور حل؟

قاری عبد الہادی

اس حقیقت سے کس کو انکار ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے پیشِ نظر ایک عظیم مقصد تھا جس کے لیے انھوں نے وہ قربانیاں دیں جس کا تعلق صرف مشاہدے کے ساتھ ہے۔ اور وہ مقصد دینی آزادی تھا یعنی مسلمان اپنے مذہب، سیاست ، معاشرت اور ثقافت میں بالکل آزاد ہوں۔

حصولِ آزادی، احیائے دین اور تجدیدِ اسلام کا عَلم بلند کرنے والا کاروان دعوت و عزیمت' جو سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ مجاہدین سے ہوتا ہوا شاملی کے میدان میں خونی دریا عبور کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تند و تیز ہوا کی آندھیوں سے ٹکراتی ہوئی تحریک سے ہوتا ہوا تحریکِ پاکستان میں داخل ہوا۔ جس کی پوری داستان تاریخ کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں ہمارا مقصد تحریکِ پاکستان اور اس کے مقاصد پر اجمالی روشنی ڈالنا ہے۔

## تحریکِ پاکستان:

تقسیمِ ہند کے دوران علمائے کرام کی دو راہیں ہو گئیں، 'متحدہ قومیت' اور 'دو قومی نظریہ'۔ تقسیم کے مسئلے میں سارا اختلاف اس نکتے پر تھا کہ اسلامیانِ ہند کے مجموعی مفادات کے حق میں کون سی صورت بہتر ہے۔ ملک سے اپنے حصے کا خطہ الگ کر لینا؟ یا ملک میں رہتے ہوئے اپنے حصے کے مساوی حقوق وصول کر لینا؟ جو حضرات تقسیمِ ہند کو مفید سمجھتے تھے ان کا استدلال یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان نہ صرف دین و مذہب کے اعتبار سے بلکہ تہذیب و معاشرت کے لحاظ سے بھی دو الگ الگ قومیں ہیں یہ دونوں یکجا نہیں رہ سکتے، اس لیے ہر ایک کا حصہ الگ کر دیا جانا ضروری ہے اس کو 'دو قومی نظریہ' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اس کے برعکس جو حضرات تقسیمِ ہند کے حق میں نہیں تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ دو قومیں سینکڑوں برس سے یکجا رہ رہی ہیں اور ان کو دو خطوں میں تقسیم کرنا ناممکن اور غیر فطری ہے۔ یہ حضرات اپنے اس نظریے کو 'متحدہ قومیت' سے تعبیر کرتے ہیں۔ تحریکِ پاکستان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک ایسا خطہ حاصل کر لینے میں کامیاب ہوں جہاں مسلمانوں کو مکمل دینی آزادی حاصل ہو اور اس کے ہر شعبے میں دین نافذ ہو اور وہ کسی بیرونی طاقت کی کٹھ پتلی نہ ہو چنانچہ علمائے کرام کی 'تحریکِ پاکستان' کی حمایت اور اس کے حصول کا اصل محرک یہی سوچ تھی اور ابتداء تحریک کے قائدین نے بھی عوام کو یہی نعرہ دیا کہ 'پاکستان کا

مطلب کیالا الہ الا اللہ' اور ان کی طرف سے وعدے کیے جارہے تھے کہ پاکستان میں اسلام کی حکمرانی ہوگی اور پاکستان میں خلافتِ راشدہ کا نظام جاری کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ علمائے کرام کو انہی نعروں سے دھوکہ دے کر ساتھ ملایا گیا اور ان کے فتوؤں کی آڑ میں عوام میں یہ مہم چلانے کے لیے طوفان بپا کیا گیا کہ صرف پاکستان بنانے کی دیر ہے اور بس۔۔۔۔ پھر 'خلافت علیٰ منہاج النبوۃ' قائم ہو جائے گی۔اِن کو جن علمائے کرام اور اکابر امت کی حمایت حاصل تھی ان میں سرفہرست مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمھم اللہ سرفہرست تھے ۔ مگر اس حقیقت سے کسی صاحبِ بصیرت کو انکار نہیں کہ یہ علمائے کرام ایسا پاکستان دیکھنا چاہتے تھے جہاں اسلامی حکومت ہو ،اقامتِ دین ہو، قرآن مجید کے قوانین عدالتوں کی زینت ہوں، جہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا شعبہ زندہ ہو، نہ کہ ایسا پاکستان جس کی زمامِ حکومت بے دین ملحد، قادیانی، پرویزی اور زنادقہ کے ہاتھوں میں ہو اور وہ بھی غیروں کے اشاروں پر ناچنے والے، کافروں کے ہاتھوں کا کھلونا اور فرنگیوں کے کٹھ پتلی اور جہاں کی عدالتوں میں انگریز کے قوانین نافذ ہوں، بے حیائی، فسق و فجور کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو۔ بے دین ملحد، حتیٰ کہ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے قادیانی نہ صرف دندناتے پھرتے ہوں بلکہ اپنے آزادی کے گیت گاتے ہوں اور اپنے کفریہ نظریہ کا اظہار ببانگ دہل کرتے ہوں اور اسلام کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کیا جاتا ہو۔ حاشاوکلا۔ کہ یہ اکابر کسی ایسی ریاست کے بارے میں سوچتے ہوں۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ۳۰ دسمبر ۱۹۶۰ کو میرٹھ میں مسلم لیگ کے ایک جلسہ میں صدارتی خطبے کے دوران فرمایا تھا:

"پاکستان حاصل ہونے تک کا یہ درمیانی زمانہ ہماری سخت آزمائش کا زمانہ ہے۔ ہم کو پاکستان کے بعد کے لیے قرآنی تعلیم و تربیت کا ابھی درس حاصل کرنا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآنِ کریم نے تمکین فی الارض یعنی اسلامی حکومت کی غرض و غایت بتائی ہے سنیئے:

"الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلاۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر واللہ عاقبۃ الامور۔"[22]

ہم اس وقت غیر اللہ کی غلامی میں رہتے ہوئے جس قدر آزاد ہیں جو چاہیں کرتے رہیں کوئی محتسب اور روک ٹوک نہیں آزادی ملنے کے بعد آزادی نہ رہے گی بلکہ ایک بہت بڑی غلامی (عبودیت) کا عملی ثبوت دینا ہوگا"۔[23]

---

[22] سورۃ حج آیت نمبر ۴۱

[23] خطبات عثمانی صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی۔

آگے جاکر آپؒ فرماتے ہیں: ”الیکشن میں کامیابی کے بعد دستور سازی کے وقت ہم اپنی امکانی حد تک کوئی ایسا قانون بنائے جانے کی اجازت نہ دیں گے، جو ہمارے پرسنل لاء (یعنی قرآن مجید) اور شرعی معاملات کے بارے میں علمائے اسلام کے طے کردہ فیصلے کے خلاف ہو“۔[24]

جن علمائے کرام نے الگ ملک میں رہنے کی خواہش ظاہر کی تھی ان کی نظریں ایک ایسی مملکت کی راہیں تک رہی تھیں جس کی بنیاد خالص شریعت پر ہو، جہاں اسلام نافذ ہو۔ معاذ اللہ اس بات کا تو گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ علماء ایسا پاکستان بنانے جارہے تھے جہاں اسلام کے بجائے مغربی جمہوریت کی بالادستی ہو، لیکن رفتہ رفتہ ان کو یقین ہوتا چلا گیا کہ بے دین ٹولہ جن کے ہاتھ میں پاکستان کے حال و مستقبل کا فیصلہ (باگ ڈور) ہے، اسلام کا نام محض اپنی منافقت چھپانے اور عامۃ المسلمین کو دھوکہ دینے کے لیے لیتے ہیں۔ یہ نہ صرف دین کو نافذ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ مستقبل میں اسلام کی بیخ کنی میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے اور اسلام کے چہرہ کو مسخ کرکے اس کی دھجیاں اڑائیں گے۔ ان کی تمام نوازش غیروں کے لیے ہوں گی، دین کے نام لیواؤں کو بری طرح کچل ڈالیں گے۔

چنانچہ ان درویش صفت علمائے کرام کی پیشن گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی ان سیاسی قائدین کے وعدے رفتہ رفتہ طاقِ نسیان کی زینت بن گئے اور نفاذِ اسلام کے لیے کسی ادنٰی سے ادنٰی سرگرمی کو بھی روا نہیں رکھا گیا بلکہ ناخدایانِ پاکستان نے مغربی افکار و الحاد کے سیلاب میں بہہ کر اسلام سے صریح انحراف کا راستہ اپنالیا اور نفاذِ شریعت کے نام سے جو بھی تحریک اٹھی اسے کچل ڈالا اور اعلائے کلمۃ اللہ کا نعرہ جس نے بھی بلند کیا اسے عبرت کا نشان بنادیا، وہ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت ہو یا وقتاً فوقتاً نفاذِ شریعت کے لیے اٹھنے والی عوامی تحریکات۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں ۱۰ ہزار مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیے۔ قبائل میں اٹھنے والی نفاذِ شریعت کی تحریک اور ایوب خان کا ان کے خلاف آپریشن ایک ایسا سیاہ باب ہے جو بھلانے سے بھی نہ بھولے گا۔ اسی طرح مالاکنڈ میں اٹھنے والی تحریکِ نفاذِ شریعت اور لال مسجد کی تحریک جو باوجودیکہ ایک پُرامن غیر مسلح تحریک تھی مگر جمہوری طرز سے ہٹ کر خالص شرعی تحریک ہونے کے باعث انھیں بھی نہ بخشا گیا اور ان کے خلاف زبردست فوجی آپریشن کیا گیا جو کہ یہ داغ ہمیشہ اس فوج کے دامن پر رہے گا۔ لال مسجد کے واقعے کو اگر 'یومِ تفریق' کہا جائے تو بے جانہ ہوگا اس لیے کہ اس نے مسلمانوں پر فوج کا وہ مکروہ چہرہ واضح کردیا جو ہمیشہ سے چھپا رہا تھا۔

الغرض اس طویل بحث سے ہمارا مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ 'تحریکِ پاکستان' کا مقصد ایک ایسے خطے کا حصول تھا جہاں

---

[24] ایضاً صفحہ ۲۴۷

انگریزوں سے مکمل آزادی، اسلام کی بالادستی، خالص اسلامی حکومت کا قیام اور قرآنی قوانین کا نفاذ ہو۔ جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: "آزاد حکومت قائم کرنے کے لیے ایک آزاد مرکز و مستقر کرنے کی ضرورت تھی اسی نقطہ نگاہ کے تحت شہر یثرب کو جو بعد میں مدینۃ النبی ﷺ بن گیا مرکزِ توجہ بنایا گیا اور مشیتِ الٰہی کے زبردست ہاتھ نے آخر کار اپنے رسولِ مقبول ﷺ کی تاریخی ہجرت سے مدینہ طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان بنادیا"۔

"ہندوستان کے اس بر کوچک میں سے ہم کو ایک ایسا خطہ حاصل کرنا چاہیے جہاں ہم پوری آزادی سے اپنے مذہب ،اپنے علوم و معارف اور اپنی تاریخی روایات کی حفاظت کر سکیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان کے ایک حصے کو پاکستان بنایا جائے"۔

"کیا بعید ہے کہ جس مدینہ کا پاکستان انجامِ کار فتح مکہ پر منتہیٰ ہوا اور سارے جزیرۃ العرب کو اس نے پاکستان بنادیا اسی طرح یہ ہندی پاکستان بھی اللہ کے فضل ورحمت سے وسیع تر ہوتا چلا جائے"۔

"سرزمینِ پاکستان میں قرآنِ کریم کے سیاسی اصولوں کی بنیاد پر اسلام کی حکومتِ عادلہ قائم ہو گی "۔[25]

مگر بدقسمتی سے پاکستان کی زمامِ اقتدار ایسے ہاتھوں میں تھی جن کی تربیت ہی انگریزی اصول پر ہوئی تھی، کفر والحاد اور مغربی افکار ان کے ذہنوں کو مسخ کر چکے تھے۔ ان کا کام بس انگریزوں کی ترجمانی تھی اور اس کارِ خیر کو انھوں نے بڑی جانفشانی اور فراخ دلی سے سرانجام بھی دیا۔ تو ان بے دین حکمرانوں سے نفاذِ شریعت کی توقع صحرا میں سراب کے پیچھے دوڑنے کے مترادف تھی بلکہ یہ ہمیشہ علمائے کرام کی راہ میں سنگِ میل ثابت ہوئے۔ انہی حکمرانوں کی وجہ سے آج تک ان علماء کے وہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے جنھیں وہ آزاد اسلامی پاکستان اور قوانینِ قرآنی کے اجراء کی صورت میں دیکھ رہے تھے۔

(جاری ہے)

---

[25] تجلیاتِ عثمانی صفحہ ۶۸۷ تا ۶۸۹۔

قسط اول:

# سیکولرازم (لادینیت)... تعارف، تاریخ اور شرعی حکم

از: قاری عبید اللہ منصور

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دورِ حاضر کے مسائل معتزلہ وجہمیہ وغیرہ دینی فرقوں سے اس لحاظ سے انتہائی خطرناک ہیں کہ اُن میں اکثر مسائل واختلافات ایسے تھے کہ وہ کم از کم دین کی اہمیت وافادیت پر مضبوط عقیدہ رکھنے والے افراد کی طرف سے سامنے آئے تھے جن کی اصل بنیاد قرآن وسنت میں غوروفکر کرنا تھا اگرچہ ان کا طرز فکر ومنہج استدلال بالکل غلط تھا لیکن دیندار اور مسلمان ہونا وہ اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے، جبکہ عصرِ حاضر کے مسائل کی نوعیت اس سے بالکل مختلف ہے نہ تو یہ مسائل قرآن وسنت میں غوروفکر کا نتیجہ ہیں اور نہ ہی یہ کسی مسلمان قلب ودماغ کی ایجاد ہیں، دینی ماحول ومعاشرے میں جنم لینے کا شرف بھی اس کو نصیب نہیں ہوا قدیم دور کے اسلامی فتنوں کے پس پشت مذہب سے وارفتگی اوراخلاص کا جو جذبہ کارفرما ہوتا تھا دور حاضر کے مسائل اس حسین جذبہ سے بھی بالکل محروم ہیں۔

مفکرین بخوبی جانتے ہیں کہ دور حاضر کے اِن مسائل کا اصل مرکز یورپ ہے جہاں سے ان مسائل کو امت مسلمہ پر ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت منظم انداز میں مسلط کر دیا گیا اور آج اس امت مرحومہ کا ایک جم غفیر اس کا شکار ہے، اس قسم کے مسائل کی فہرست تو بہت لمبی ہے لیکن اس فہرست کے ایک اہم وبنیادی مسئلہ سیکولرازم پر مختصر سی بحث پیش خدمت ہے جس کے اندر آج اکثر امت نہیں تو ایک عظیم طبقہ ایسا ہے کہ جو اس فتنہ کی زلفوں کا اسیر بن چکا ہے اور اس خالص مغربی گمراہی کو اسلامی لباس پہنانے میں مصروف عمل ہے بلکہ کچھ نادان ناعاقبت اندیش تو اس کو اسلام کا لیلیٰ عروس باور کرانے میں سرگرم ہیں حالانکہ اس مسئلہ کا براہ راست مسئلہ تکفیر سے تعلق ہے امت مسلمہ کو اس مسئلہ میں دینی رہنمائی کی اشد ضرورت ہے اس لئے یہاں اس فکر کے شرعی حکم کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن چونکہ شرعی احکام بیان کرنے سے پہلے کسی چیز کا تعارف بھی ضروری ہوتا ہے تو اس لئے پہلے اس کا مختصر تعارف وتاریخ بیان کی جاتی ہے۔

## تعارف:

یہ انگریزی زبان کا لفظ ہے، کیمبرج ڈکشنری میں اس کا معنی یہ لکھا ہے

**Secularism:**

"The belief that religion should not be involved with the ordinary social and political activities of a country"

یعنی سیکولرازم: اس بات کا یقین کرنا ہے کہ مذہب عام رسمی معاشرے کے ساتھ اور اسی طرح ملک کی سیاسی سرگرمیوں میں نہیں چل سکتا۔

عربی میں اس کو 'عَلمانیہ' کہا جاتا ہے، بعض عرب مفکرین کے نزدیک یہ لفظ دراصل 'عِلمانیہ' عین کے زیر کے ساتھ ہے جو علم کی طرف منسوب ہے اس تلفظ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ نظریہ ہر چیز کو جدید علم کے ترازو میں تولتا ہے یعنی محض عقل اور مشاہدے سے پرکھتا ہے جو چیز مشاہدے میں آئے اس پر یقین رکھتا ہے اور جو چیز مشاہدے سے باہر ہو اس کو بالکل غلط اور بے بنیاد تصور کر کے اس کی تردید کرتا ہے اور اسکی طرف توجہ کرنے کی زحمت نہیں کرتا۔
لیکن اکثر مفکرین اور عرب لغت کے ماہرین اس کو عین کے زبر یعنی عَلمانیہ پڑھتے ہیں اور علم سے مقصود 'عالَم' یعنی دنیا ہے اس کے مطابق اسکی نسبت کر کے اصل تلفظ عالمانیہ ہونا چاہئے تھا لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے الف کو حذف کیا جاتا ہے اس تلفظ کے مطابق اس کا معنی وہی بنے گا جو انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا نے کیا ہے یعنی "دنیویت" زندگی کے ہر میدان میں دنیا ہی دنیا کو ترجیح دینا اور آخرت کے معاملات پر اس کو فوقیت دینا۔

## اصطلاحی تعریف:

چونکہ یہ نظریہ یورپ کی طرف سے اسلام میں برآمد ہوا ہے خود اہل اسلام نے اسکی ایجاد نہیں کی اس لئے ابتداءً اس کے متعلق یہ تصور دیا گیا کہ یہ نظام صرف سیاست کے میدان سے دین کو دور کرنے کا نام ہے، سیاست اور حکومت کے علاوہ زندگی کے باقی تمام گوشوں میں اگر مذہب پر عمل درآمد ہوتا رہے تو یہ نظریہ اس کا مخالف نہیں ہے، اسی تصور کی بناپر بہت سے علمانے اس کی تعبیر "فصل الدین عن الدولة یا فصل الدین عن السیاسة" سے کی ہے یعنی صرف سیاست و حکومت میں دین کو جدا کرلینا کہ حکومت وسیاست کسی دین کے تابع نہ ہو، خلافت عثمانیہ کے اخیر دور کے شیخ الاسلام علامہ مصطفیٰ صبریؒ نے اسی تصور کو بنیاد بنا کر اپنی کتاب موقف العقل میں اس پر قابل دید بحث فرمائی ہے۔

لیکن ظاہر ہے یہ ایک مغالطہ تھا جو اس وقت عام کر دیا گیا تھا، جوں جوں سیکولرازم کا تاریخی پس منظر اور اس

کا آغاز وارتقاء واضح ہو تا گیا تو ساتھ ساتھ اس کے اغراض ومقاصد بھی ظاہر ہونے لگے اور کچھ عرصہ بعد اس کے علمبر داروں نے خود ہی وضاحت کے ساتھ یہ بیان کر دینا شروع کر دیا کہ اس کا مقصد صرف فصل الدين عن السياسة یا عن الدولہ نہیں بلکہ اصل ہدف فصل الدين عن الحياة ہے یعنی زندگی کے تمام گوشوں کو مذہب سے آزاد کرنا، چنانچہ رجب ۱۴۲۹ھ بمطابق نومبر ۱۹۹۸ء جب مجمع الفقہ الاسلامی نے علمانیہ کے موضوع پر عالم اسلام کے چند علماء سے مقالات لکھوائے، اس پر مجمع کے ارکان کے درمیان مباحثہ ومناقشہ ہوا اس کے نتیجے میں جو قرارداد منظور ہوئی اس میں "علمانیہ" کا یہی مفہوم بیان کیا گیا یعنی "فصل الدين عن الحياة"۔

## تاریخی پس منظر:

سیکولرازم کا نظریہ عیسائی تھیوکریسی کے نتیجے میں وجود میں آیا عیسائی تھیوکریسی کو سمجھنے کیلئے عیسائیت کی تاریخ کو سمجھنا ضروری ہے، اس تاریخ کی ابتدا بنی اسرائیل سے ہوتی ہے اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام تھا ان کے بارہ بیٹے تھے انہی بارہ صاحبزادوں سے بنی اسرائیل کے بارہ خاندان وجود میں آئے جنہیں بارہ اسباط کہا گیا قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ ان کا اصل مسکن فلسطین تھا لیکن یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں کو مصر بلا لیا تھا اسی دوران عمالقہ نے فلسطین پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا شروع میں تو فرعون مصر نے بنی اسرائیل کی خاطر تواضع کی لیکن بعد میں جو فرعون آئے انہوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنالیا، موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری تک یہ مصر میں فراعنہ کے زیر دست رہ کر مقیم رہے۔

حضرت موسی علیہ السلام نے جہاں اہل مصر کو توحید وغیرہ کی دعوت دی، وہاں ساتھ ساتھ انہوں نے ہر جگہ اپنا مشن یہ بھی بتایا کہ میں بنی اسرائیل کو مصر کے فرعونوں کے چنگل سے بچانے کیلئے آیا ہوں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مصر سے نکالا لیکن ان لوگوں نے عمالقہ سے جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

فاذهب انت وربک فقاتلا اناههناقاعدون

جس کے نتیجے میں یہ میدان تیہ یعنی صحرائے سینا میں عرصہ دراز تک بھٹکتے رہے، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام نے وہیں وفات پائی۔ بعد میں یوشع علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے اور حضرت کالب علیہ السلام جو یوشع علیہ السلام کے نائب تھے ان دونوں نے مل کر عمالقہ سے جہاد کرنے کی کوشش کی اور اس میں ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی۔

فلسطین کے کچھ حصے پر یوشع علیہ السلام اور حضرت کالب علیہ السلام نے قبضہ کر لیا اور وہاں جا کر دوبارہ یہ لوگ آباد ہو گئے

لیکن کچھ حصہ پر ابھی عمالقہ قابض تھے ، حضرت یوشع وکالب علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل پر ایک دور ایسا آیا کہ ان کا کوئی ایک راہنما نہیں تھا بلکہ یہ خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہے تھے اور اپنے میں سے کسی ایک کو سردار مقرر کر لیتے جو قاضی کہلاتا یہ دور قاضیوں کا زمانہ کہلاتا تھا وہ قاضی کے طور پر ان کے معاملات کا تصفیہ کر دیتا تھا لیکن کوئی بادشاہت اور حکومت نہیں تھی

-

اسی دوران جب حضرت سموئیل علیہ السلام بحیثیت پیغمبر تشریف لائے تو بنی اسرائیل نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی بادشاہ دیجئے تاکہ ہم اسکی قیادت میں رہ کر باقی عمالقہ سے جہاد کریں اور اپنے وطن کو پوری طرح آزاد کرائیں قرآن مجید نے اس کو یوں ذکر کیا ہے:

اذقالوا النبی لھم ابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل اللہ

تو حضرت سموئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس کے نتیجے میں طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا گیا

وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً

طالوت پہلے اسرائیلی بادشاہ ہیں جو پیغمبر نہیں تھے اس سے پہلے پیغمبر سربراہ حکومت بھی ہوتے تھے ان کو جب بادشاہ بنایا گیا تو انہوں نے عمالقہ سے جہاد کیا اور اللہ نے کامیابی عطا فرمائی حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت نوجوان تھے انہوں نے عمالقہ کے پہلوان جالوت کو قتل کر دیا اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی ہر دلعزیزی ایک دم بڑھ گئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبری بھی عطاء فرمائی اور بادشاہت بھی

وقتل داؤد جالوت وآتاہ اللہ الملک والحکمۃ وعلمہ مما یشاء

داؤد علیہ السلام کے بیٹے سلیمان علیہ السلام تھے وہ بھی بادشاہ بنے اور انہوں نے اپنے زمانے میں بیت المقدس کی تعمیر کی انکی حدود سلطنت پوری دنیا تک پہونچ گئی اس وقت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا نام یہودیہ تھا سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا یہ انتہائی نالائق اور نااہل تھا اس نے کچھ بت پرستی بھی شروع کر دی اور طرح طرح کی عیاشی میں مبتلا ہو گیا اور نظام حکومت کو تہہ وبالا کر ڈالا جس کے نتیجے میں خود یہودیہ کی ریاست میں اس کے خلاف ایک ردعمل شروع ہوا ایک شخص یوربعام اس نے مقابل میں کھڑے ہو کر ایک نئی ریاست کی بنیاد ڈالی جس کا نام اسرائیل تھا اب بنی اسرائیل دو حکومتوں میں تقسیم ہو گئے ایک یہودیہ جسکا پایہ تخت یروشلم تھا جس کو آج بیت المقدس کہتے ہیں دوسرا اسرائیل جس کا پایہ تخت سامرہ تھا جسے آجکل نابلس کہتے ہیں یہودیہ اور اسرائیل کے درمیان آپس میں لڑائیاں ہوتی رہیں یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان کچھ عقیدہ کے نظریاتی اختلاف بھی کھڑے ہو گئے ان دونوں میں بار بار بت پرستی

کی وبا پھوٹ جاتی تھی اس کی اصلاح کیلئے پیغمبر مبعوث کیئے جاتے رہے کبھی یہ پیغمبر یہودیہ میں آتے اور کبھی اسرائیل میں یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ جب انکی بد عنوانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب آیا کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر ان کے اوپر حملہ آور ہوا اور اس نے آکر ان کو تہہ و تیغ کیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا اور سارے تورات کے نسخے جلا دئے اکثر مردوں کو قتل کر دیا باقیوں کو غلام اور عورتوں کو کنیز بنالیا اوران کو پکڑ کر بابل لے گیا جہاں یہ لمبے عرصہ تک جلاوطنی کی زندگی گذارتے رہے اس زمانے کو اسیری بابل کا زمانہ کہتے ہیں۔

پھر یہ ہوا کہ کسی طریقہ سے جب انہوں نے توبہ کی اور پیغمبروں نے بھی ان کے حق میں دعا کی اس کے نتیجے میں یہ پھر دوبارہ ایران کے بادشاہ سائرس کی ظاہری مدد سے دوبارہ بیت المقدس میں آباد ہوئے،اسرائیل تو اسوریون کے ہاتھوں پہلے ہی تباہ ہوچکے تھے اب صرف یہودیہ رہ گئے تھے انہوں نے آکر پھر یہودیہ کی ریاست قائم کرلی اوراس کے نتیجے میں پھر سے پھلے پھولے اوران کے اندر خوشحالی پیدا ہوگئی لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی بد اعمالیاں لوٹ آئیں پھر، پھر وہی بت پرستی، پھر وہی عیاشی اور پھر وہی نافرمانیاں !اس کے نتیجے میں پھر ایک دوسرا بادشاہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلط فرمایا اس کا نام انتیوکس تھا قرآن پاک میں ان دونوں کی طرف اشارہ کیا ہے سورۃ بنی اسرائیل کے شروع میں :

فاذاجاءوعدااولهما میں بخت نصر کی طرف اشارہ ہے اور ثم رددنالكم الكرةعليهم میں انتیوکس کی طرف اشارہ ہے ۔

(جاری ہے)

# سو دا خدا کے واسطے کر

از: مولانا سعد صدیقی

پاکستان خطۂ ارضی میں اسلامی مملکت کی صورت، وجود میں آنے والی وہ واحد ریاست ہے۔ جس کی بنیاد میں ان لوگوں کا خون پڑا، جو صرف اور صرف اسلام اور کلمۂ لا الہٰ الا اللہ کے نام پر ذبح ہو گئے، یہ عظیم شہداء اپنے بہتے لہو سے، اپنے اسلام کے قیام کے نعرے کو سچا کر گئے، لیکن افسوس صد افسوس کہ پیچھے رہ جانے والا قابض مقتدر ٹولہ (فوجی جرنیل و حکمران)، نہ صرف یہ کہ اس عظیم نعرہ اور مقصد کو عملی جامہ پہنا تا بلکہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے عملی نفاذ میں روڑے اٹکانے کے بسبب نقضِ عہد کے مرتکب ہوا، اسی پر بس نہ ہوئی بلکہ اس وعدہ خلافی پہ اصرار بڑھتا گیا، جبکہ غلبۂ اسلام کا خواہاں طبقہ، اسلام کی سربلندی کا عزم لئے، اپنے تئیں کوششوں میں مصروف رہا، یہاں تک کہ سات دہائیاں گزر گئیں، لیکن اسلام کا لبادہ اوڑھے یہ مقتدر ٹولہ، اسلام کے نام پر یہاں کے باسی مسلمانوں کو محض دھوکہ ہی دیتا رہا، اس برائے نام اسلامی ریاست میں اسلام کیا غالب آتا؟ جبکہ ریاست کی رِٹ کے نام پر اللہ کے رِٹ کی توہین کرنا، اللہ کے نظام کو چاہنے والوں کا قتلِ عام کرنا، انگریز کے قانون کی محافظ عدلیہ کی بحالی کے نام پر اللہ کے بھیجے احکامات کی توہین کرنا، منافع کے نام پر سود کے جواز کے لئے علمائے امت کو دھمکانا، تعلیم کے فروغ کے نام پر سیکولر و لبرل نظریات کی تعلیم پر مدارس کو مجبور کرنا، سیر و تفریح کی آڑ میں زنا و شراب کے اڈے گلی گلی عام کرنا، اظہارِ رائے کی آزادی کے سائے میں توہینِ مذہب اور توہینِ رسالت کے مجرموں کو تحفظ دینا، جاہلی و مغربی تہذیب و ثقافت کے رواج میں فحاشی و عریانی کی راہیں ہموار کرنا، ہوس اور تجوری بھرنے کی خاطر ملک کے بڑے چھوٹے سب کو سودی قرضوں میں جکڑ کر در در کا بھکاری بنانا، اس مقتدر ٹولہ (فوجی جرنیلوں اور حکمرانوں) کا مقصد و شیوہ بن چکا ہے۔

پاکستان میں بسنے والے مسلمان! جو اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں، بالآخر کب تک ان دین دشمن و دین بیزار مقتدر ٹولہ (فوجی جرنیلوں اور حکمرانوں) سے اس بات کی امید لگائے رکھیں گے؟ حالانکہ یہ بد دین کبر کی بدبودار چادر اوڑھے اللہ کی کبریائی کو تسلیم کر لیں، ناممکن ہے۔ اس پاک ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں تمام امت کی جان ہے، سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو جائے لیکن یہ قابض و مقتدر ٹولہ اللہ اور اس کے سچے دین کو اس پاکستان میں نافذ ہونے نہیں دے گا، کیونکہ یہ وہی غدار گروہ ہے جو منافقین کی طرح اسلام اور مسلمانوں سے ناتا توڑ کر کفار کے پاس جا کر

عزت و مرتبہ کی طمع و لالچ کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اس بات کی یقین دہانی کرواتے ہیں کہ ہم اور آپ ایک ہیں، ہم نے آپ کے تحفظ و بقاء کی خاطر قربانیوں کا لامتناہی سلسلہ قائم کر رکھا ہے، ہم نے آپ ہی کے خاطر دنیا کے کئی ممالک (فلسطین، اردن، سعودیہ، افریقہ اور افغانستان) میں بسنے والے کمزور و مظلوم مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں۔ اتنا کچھ کرنے کے باوجود ہم آپ سے کچھ نہیں چاہتے ہیں۔ **"ہم امداد نہیں عزت اور اعتماد چاہتے ہیں، ہمارے کام اور قربانیوں کو تسلیم کیا جانا چاہئیے، جرنل باجوہ اور وزیر دفاع خواجہ آصف"۔**

یہ صرف "باجوہ اور آصف" کا بطرزِ نفاق عزت کی طمع نہیں بلکہ یہ تو ہر ایک جرنیل و سیاست دان کی کہانی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کو اپنے آقاؤں کے سامنے عزت و سرخروئی کے لئے، بطور سیڑھی استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے سچے کلام میں فرماتے ہیں:

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۱۳۹

وہ منافق جو مسلمانوں کے بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے۔

یعنی منافق لوگ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا یہ خیال کہ کافروں کے پاس بیٹھ کر ہم کو دنیا میں عزت ملے گی بالکل غلط ہے۔ سب عزت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو اس کی اطاعت کرے گا اس کو عزت ملے گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل و خوار رہیں گے۔ (تفسیر عثمانی)

پاکستان میں قابض یہ مقتدر ٹولہ (جرنیل و حکمران) آخر کیسے پاکستان میں شریعت نافذ کر سکتا ہے؟ جبکہ یہ صاحبِ اقتدار بھی اور کفار کی آشیرباد بھی لئے ہوئے ہو۔ یقیناً یہ وہی منافقین ہیں جو اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا یہی بغض و عناد اور نفاق، ان کو اپنے سرداروں کے قدموں میں بٹھاتا ہے، تاکہ عزت کے وہ تمغہ ان کے سینوں پر سج جائیں جو ان کی نگاہ میں عزت کا معیار ہیں، حالانکہ یہ بدبخت کیا جانیں کہ عزت دینے کے لائق اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی نہیں، تمام عزتوں کا مالک وہی اکیلا ہے جس کسی کو عزت ملی یا ملے گی اسی کے خزانہ سے ملی ہے یا ملے گی۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان دونوں (باجوہ اور خواجہ آصف) نے یہاں بھی منافقت سے کام لیتے ہوئے یہ کہا کہ "ہم امداد نہیں عزت اور اعتماد چاہتے ہیں" ۔ یہ عیار و مکار، منافق جانتے ہیں کہ اپنے آقا کی طرف سے عزت و اعتماد بحال رہے گا تو امداد کے نام پر ہڈی ملتی رہے گی کام چلتا رہے گا۔ یہ گروہ اپنی مستی و سرکشی میں مست، اللہ سے عداوت پہ آمادہ و مطمئن ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے، اس کی پکڑ کی لپیٹ میں جو بھی آیا ہے وہ بچ نہیں پایا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

واملی لهم ان کیدی متین یعنی اللہ پاک کی طرف سے ان کو مہلت ہے ڈھیل ہے لیکن جب اس کی پکڑ آئے گی تو وہ بہت سخت ہو گی۔

یہی منافقین ہیں، جنہوں نے لاعلم افراد کو میڈیا کا فریب دے کر اور دین بیزاروں (سیکولر ولبرل) کو کھلی چھوٹ اور تحفظ دے کر، غلبۂ اسلام کی سعی و کوشش کو ناکام کرنے کے لئے "بنیاد پرستی، انتہا پسندی، شدت پسندی اور مذہبی تشدد" جیسی اہانت آمیز اصطلاحات عام کیں۔ ساتھ ساتھ اس کوشش میں کھپنے والے، امت کے جوانوں کو، اپنے آقاؤں کے حکم پر قتل کیا۔ مستزاد یہ کہ اس کوشش کے پُرامن داعیوں کو بھی بذریعہ ڈنڈا سمجھا دیا کہ بس اب اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی۔

پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں پہ لازم ہے کہ ان منافقین کے گروہ سے اقتدار کی باگ دوڑ چھین لی جائے، آستین کے سانپ کا سر کچل دیا جائے، اللہ کے نام لیواؤں کو قتل کرنے کی مانند ان کو قتل کیا جائے، اللہ کے بھیجے حدود و قوانین، دین اور رسالت کی تحقیر و توہین اور اللہ کے گھروں (مساجد) کی حرمت و ناموس کو پامال کرنے کے جرم میں ان کو ذلت وخواری کا نشانِ عبرت بنا دیا جائے، صفہ کی نشانی (مدارس) کو کھنڈر میں بدلنے کے جرم میں ان کے دارالندوہ کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ اللہ کی تخلیق کردہ زمین کو اللہ کے باغیوں سے پاک کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا اور نہ کیا گیا تو اللہ کی سنت "ومن یستبدل قوما غیرکم" زندہ ہو گی اور ہماری جگہ اللہ کے سچے دین کی "لاج" کوئی اور قوم رکھ رہی ہو گی اور ہم حسبِ سابق "منتظرِ فردا" کے مانند ذلت وپستی کے دلدل میں مزید دھنستے ہی چلے جائیں گے۔ یہ تو معاملہ ہوا دنیا کا۔۔۔ بروزِ پیشی اللہ ہی جانے!!!

**؎ سودا خدا کے واسطے کر، قصہ مختصر**

قسط اول:

# تحریکِ کشمیر اور ضرورتِ تجدید

غازی ہاشم کشمیری

وادی جنت نظیر میں آزادی کے حصول کے لیے گزشتہ ۷۴ سال سے جدوجہد جاری ہے۔ کبھی یہ جدوجہد سیاسی رنگ اختیار کرتی ہے تو کبھی عسکری! مختلف ادوار میں مختلف انداز سے جدوجہد جاری رہی لیکن ان سب مراحل سے گزرنے کے بعد آج تحریک آزادی کشمیر کا جائزہ لیا جائے تو تحریک میں کوئی خاص پیش رفت نظر نہیں آتی۔ یہ الگ بات ہے کہ آج تک کشمیری عوام نے قابض ہندوؤں کی غلامی قبول نہیں کی اور ہر سطح پر قابض قوت کے خلاف مزاحمت بھی کی ہے، صرف مزاحمت ہی نہیں کی بلکہ ایک لاکھ سے زائد افراد نے آزادی کے حصول کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا ہے! اس سب کے باوجود بھی تحریک میں کوئی پیش رفت نہ ہونا لمحہ فکریہ ہے، ایسی صورتحال میں از سر نو تحریک کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے! تحریک آزادی کشمیر کا جائزہ لینے سے قبل مسئلہ کشمیر کا اگر سرسری جائزہ لے لیا جائے تو ہمیں تحریکِ کشمیر کے مقاصد سمجھنے اور تحریک کی اصل منزل کی نشاندہی کرنے میں کافی حد تک آسانی ہو جائے گی....

کشمیر کا مسئلہ برصغیر کی تقسیم سے شروع ہوا، اور برصغیر کی تقسیم مسلمانوں کی جانب سے الگ اسلامی ریاست کے قیام کے مطالبے کی وجہ سے ہوئی۔ چنانچہ کشمیر کے مسلمانوں کی خواہش اس اسلامی ریاست کا حصہ بننے کی تھی لیکن، ریاست جموں کشمیر کا حکمران مہاراجہ غیر مسلم تھا اور وہ ریاست جموں کشمیر کو اس نئی اسلامی ریاست میں ضم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ قصہ مختصر؛ مسئلہ کی ابتداء یہیں سے ہوئی، اور اگر کشمیری، ہندوستانی یا پاکستانی کے بجائے ایک مسلمان کی حثیت سے کشمیر کے مسلمانوں کا اس نئی اسلامی ریاست میں ضم ہونے کے فیصلے کو دیکھا جائے تو اہلیانِ کشمیر حق پر تھے اور ان کا یہ عمل شریعت اسلامی کے تقاضوں کے مطابق تھا۔

اس تمام صورتحال سے ہمیں یہ تو علم ہو گیا کہ اہلیانِ کشمیر ریاستِ اسلامی کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے تھے۔ ایسی اسلامی ریاست جس کا دستور قرآنی ہو گا جو ریاست مدینہ کی طرز پر ہو گی اور دنیا میں 'مدینہ ثانی' کہلائے گی۔ یہی ریاست مدینہ اہلیان کشمیر کی منزل تھی۔ اسی اسلامی ریاست میں اسلامی نظامِ حکومت کے تحت اہل کشمیر اپنی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا تقسیمِ برصغیر کے نتیجے میں کوئی ایسی اسلامی ریاست وجود میں آئی جس کا دستور قرآنی ہو اور جسے 'مدینہ ثانی'

کہا جاسکے ؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس مقصد کے لیے پاکستان کی شکل میں الگ اسلامی ریاست حاصل کی گئی تھی وہ ریاست آج تک اسلامی بنیادوں پر استوار نہیں ہو سکی۔ بلکہ یہ ریاست عالمی کفریہ طاقتوں کے اشاروں پر اسلام اور اہل اسلام کے خلاف بر سر پیکار ہے۔ اسلام سے دوری اور مادیت پرستانہ سوچ کی وجہ سے پاکستانی حکمران تحریک کشمیر کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن چکے ہیں ۔ اس کے بر عکس پاکستانی عوام کا اہل کشمیر کے ساتھ خلوص کا رشتہ ہے، کشمیر کے لیے پاکستانی عوام ہر قسم کی قربانی دینے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور قربانیوں دے بھی رہے ہیں!

تحریکِ کشمیر کی موجودہ صورتحال اور پاکستان کے حکمرانوں کے منافقانہ رویے کے تناظر میں اہل کشمیر کو اپنی تحریک کی تجدید کرنے کی ضرورت ہے۔ کچھ بنیادی نکات جن پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے:

## نظریہ اُمت:

مسئلہ کشمیر کو گزشتہ کچھ سالوں میں قوم پرست (نیشنلائز) کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مسئلہ کشمیر کو نیشنلائز کرنے میں پاکستان اور انڈیا دونوں ہی مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ کشمیریت کا نظریہ بھی ابھر رہا ہے اور کشمیریت کے علمبر داروں میں فرنٹ پر مغرب نواز طبقہ ہے جو کشمیر میں سیکولر ازم کے لیے راہیں ہموار کر رہا ہے۔ نیشنلائزیشن کے ذریعے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مسئلہ کشمیر سے کاٹنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اسے محض زمین کے ٹکڑے کا مسئلہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ حالانکہ یہ اسلام اور امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہے اور اس تحریک میں پیش رفت بھی تب ہی ممکن ہے جب امتِ مسلمہ کے غیور نوجوان اہل کشمیر کے شانہ بشانہ مشرک ہندوؤں کے خلاف میدان قتال میں اتریں گے۔

## منزل کا تعین:

آغاز سفر سے قبل اگر منزل کا تعین ہو تو گمراہ ہونے سے بچا جاسکتا ہے اور تحریکوں کو بھی بحفاظت منزل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ کشمیر کے غیور عوام اسلام کے نام پر قربانیاں پیش کر رہے ہیں ایسے میں اگر پاکستان اسلامی نہیں تو نہ سہی! کم از کم اہل کشمیر کے پاس یہ اختیار تو ہے کہ وہ کشمیر کو ایک آزاد، خود مختار ، اسلامی ریاست بنانے کے لیے میدان عمل میں اتریں۔ شریعت یا شہادت نعرہ ہو اسلامی کشمیر منزل اور منزل کے حصول کے لیے جہاد و قتال کا راستہ اختیار کیا جائے۔ جب منزل اور راستہ متعین ہو گا تو غیر ضروری کاموں میں توانائیاں ضائع کرنے کے بجائے یکسوئی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف پیش قدمی کرتے جائیں گے۔

(جاری ہے)

امارتِ اسلامیہ:

# زمین زادے

از: محمد عابد

(درج ذیل تحریر امارتِ اسلامیہ کے رسمی شمارے 'ماہنامہ شریعت' سے لی گئی ہے، ادارہ)

اگر آج کے زمینی حقائق کا ادراک بیس سال قبل کیا جاتا اور طالبان کی حکومت کے خلاف وحشیانہ جارحیت کا راستہ نہ اختیار کیا جاتا تو طالبان جس مقام پر آج پہنچ چکے ہیں یہاں نہ ہوتے، لیکن امریکا اور اس کے اتحادیوں نے مسئلے کا حل صرف طاقت اور دھمکی میں دیکھا اور طالبان سے زندہ رہنے کا حق چھین لیا گیا۔ اس وقت طالبان کی بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں تھا۔ امریکا کی فوجی قوت اور اعلیٰ ٹیکنالوجی نے مادیت پرستوں کی آنکھوں پر پٹیاں ڈال دی تھیں۔ سب نے صلیب کے پجاریوں کے اس نعرے کی حمایت کی کہ طالبان اس سطحِ زمین پر زندگی کا حق نہیں رکھتے۔ بش حکومت کے وزیر دفاع رمز فیلڈ نے یہاں تک کہا کہ: طالبان کے پاس صرف دو آپشن ہیں "موت یا جیل" دنیا کی متمدن قوتوں اور یہاں کے کچھ غلاموں نے مل کر طالبان کو نہ صرف حکومت سے محروم کیا بلکہ ان سے زندہ رہنے کا حق چھین لینے کے بھی درپے ہوئے۔ ہزاروں طالبان کی شہادت، ان پر بے تحاشا تشدد اور جیل میں ٹھونسنے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ طالب ایک دن پھر فاتح کے طور پر ابھرے گا۔ کیا فتح پانے کی صورت میں وہ ان تمام وحشتوں کا انتقام لیں گے یا نہیں؟

آج وہی طالبان ہیں جو دشمن پر غلبے اور فتح کے باوجود نہ صرف یہ کہ انتقام اور بدلہ لینے سے دستبردار ہوئے ہیں بلکہ برداشت، حوصلے اور شفقت کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ اپنے قاتل کابل انتظامیہ کے اہلکاروں، اعلی کمانڈروں اور اعلی سرکاری عہدیداروں کو نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ ان کو گلے لگا کر ہار پہناتے ہیں۔ ان کے زخمیوں کی اپنے ساتھیوں کی طرح مرہم پٹی کرتے ہیں اور محبت و شفقت سے انہیں گھروں کو رخصت کرتے ہیں۔ طالبان سے جب زندہ رہنے کا حق چھین لیا گیا تو وہ گوریلا کاروائیاں کرنے لگے اور بعد میں آہستہ آہستہ بڑی کاروائیاں شروع کیں۔ آج اگر طالبان کا کوئی رکن فرضی نام سے سوشل میڈیا اکاونٹ بنا رہا ہے اور فرضی نام سے کوئی کالم تحریر کرتا ہے تو وجہ اس کی یہی ہے کہ انہیں اس زمین پر رہنے کا حق نہیں جس پر امریکا اور اس کے غلام رہتے ہیں، دنیا کے بلیک لسٹ کا آغاز اور

اختتام انہی کے ناموں سے ہوتا ہے، ان پر بین الاقوامی پابندیاں لگائی گئی ہیں اور کوئی ملک بھی ان کی حکومت اور ان کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

زمین کی تہہ سے نکلنے والا طالب مجاہد نے اپنے مظبوط عزم اور بے مثال قربانیوں کی مدد سے وقت کی فرعونی قوتوں کو شکست فاش دی، امریکا اور نیٹو کا تکبر خاک میں ملایا۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان کے عوام کی اکثریت ان کی حامی ہے۔ ان تمام سیاسی خدشات کا مناسب جواب دے سکتے ہیں جس کا جواب ملکی اور غیر ملکی سیاستدان دینے سے قاصر ہیں۔

آج طالبان کے مقابلے میں کھڑے تمام عناصر اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کیے پر پچھتاوے کا اظہار کریں اور جرات کے ساتھ یہ کہہ دیں کہ ملک کی جارحیت میں ہم نے غیر ملکی جارحیت پسندوں کا ساتھ دیا تھا۔ اور نہیں تو اپنے انہی آقاؤں سے کچھ سیکھ لیں جو برملا اس کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم نے افغانستان پر حملہ کرکے بڑی غلطی کی۔ جس نے غلامی کا جام پیا ہو اور مادی مفاد کے لیے اپنے ایمان کا سودا کیا ہو، اپنے ملک کی آزادی کے لیے اٹھنے سے عاجز ہو وہ یہ اخلاقی جرات بھی نہیں کر سکتا کہ اپنی غلطی تسلیم کر لیں۔ اور یہ کہ وہ حق کے خلاف ایک بار پھر اٹھیں گے اور اس امید میں ہوں گے کہ پھر کہیں سے کوئی ان کے کشکول میں کچھ ڈال دے گا تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔ دنیا کی کوئی قوت ایسی نہیں کہ وہ اب افغانستان پر حملے کے بارے میں سوچ بھی سکے اب افغانستان کی عوام غیر ملکی جارحیت پسندوں کے ساتھ مزاحمت میں تجربہ حاصل کر چکی ہے۔

یہ زمین کی تہہ میں رہنے والے اس طالب کی قربانیوں کی برکت ہے جس نے اکیسویں صدی کے آغاز میں یہ درس دنیا کو دیا کہ اگر دنیا کی کوئی طاقت اس سرزمین پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو اسے ایک صدی انتظار کرنا ہو گا۔

امارتِ اسلامیہ:

# طالبان کی حکومت دورنگی نہیں یک رنگی

از: اوریا مقبول جان

ٹھیک ڈیڑھ سال پہلے جب فاتح طالبان اور شکست خوردہ امریکی و نیٹو افواج کے درمیان 29 فروری 2020ء بمطابق 5 رجب 1441ھ معاہدہ طے پایا، جس میں امریکی اور نیٹو افواج کا مرحلہ وار انخلاء یقینی ہو گیا، تو اس دن سے دُنیا بھر کے سیاسی، معاشی اور عسکری مبصرین آنے والے دنوں کی افغان حکومت کے خدوخال اپنے ہی خواب وخیال میں طے کرنے لگے۔ کس قدر ڈھٹائی ہے کہ ابھی چند دن پہلے ہی تو ان کی ناکام حسرتوں کا قبرستان اسی افغانستان میں سجایا گیا تھا۔ یہ سیاسی، معاشی اور عسکری تجزیہ نگار چونکہ اپنے تجزیوں کی بنیاد، حالات وواقعات پر نہیں بلکہ عالمی استعمار کی لامحدود خواہشات پر رکھتے ہیں، اسی لئے ان کی تمام گفتگو دلیل سے تہی اور منطق سے عاری ہوتی ہے۔ گزشتہ ڈیڑھ سال میں انہوں نے اپنے تجزیوں سے وہی کام کیا جس کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنے مومنین کو پہلے سے ہی متنبہ کر رکھا تھا۔ اللہ نے فرمایا!

"شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے" (البقرہ: 268)۔

ڈیڑھ سال، یہ عقلی طور پر دیوالیے، طالبان کو اس بات سے ڈراتے رہے کہ عالمی برادری اگر تمہاری حکومت کو تسلیم نہیں کرے گی، تو تم فاقوں مر جاؤ گے، مفلسی تم کو گھیر لے گی اور یوں ایک دن تمہارے اپنے لوگ تمہارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کا حل صرف ایک ہے، کہ تم اپنی شناخت یعنی شرعی نظام کو بھول کر ان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملاؤ جو بیس سال امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے شانہ بشانہ تمہارا خون بہاتے رہے۔ کیونکہ تم اس ملک میں اللہ کا "قانون شریعت" نافذ کرنا چاہتے تھے اور وہ افغانستان میں بیس سال مغربی جمہوریت کے کھلے شرک کے پرچم کو تھامے ہوئے تھے۔ ایک اہم بات اور ہے کہ اگر تم نے معاشرتی زندگی میں، خاتون کو مرکز و محور بنالیا، اس کی آزادیوں کا تحفظ کر دیا تو پھر خواہ تم جبّہ و دستار پہنے رہو، تمہارے ماتھوں پر محراب سجے رہیں، تمہاری زندگیاں تسبیح و تحلیل میں گزرتی رہیں، تمہاری حکومت اور تم سب مغرب کیلئے محترم، معزز اور محبوب بن جاؤ گے۔ قرآن پاک میں اللہ نے ایسی ترغیبات کو "بالفحشائ"، یعنی "بے حیائی" سے تعبیر کیا ہے۔ اس لفظ کا مفسرین نے ترجمہ "شرمناک طرزِ عمل" کیا ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ بے حیائی اور شرمناک طرزِ عمل کا آغاز جس کسی تہذیب، معاشرت یا ریاست میں ہوا اس کی شروعات خاتون کو مرکزِ نگاہ، محورِ معاشرت،

اور تسکین و تلذذ کی بنیاد بنانے سے ہوا۔

آج کی حقوقِ نسواں (Feminism) کی تحریک کا آغاز جو 1920ء کے آس پاس ہوا، صرف اور صرف شہوانیت کی آزادی سے ہوا۔ لباس کی تراش خراش سے نیم برہنگی تک کا سفر جاری ہے۔ مخلوط طرزِ معاشرت کے آغاز میں کسی کو عورت کے حقوق، اس کی تعلیم، صحت کا خیال تک نہیں آیا بلکہ اس کو اشتہارات کے توسط سے ساحلِ سمندر کی ریت اور سٹیج کی تھرکتی زندگی پر مرکزِ نگاہ بنانا ہی بنیادی ترقی سمجھی گئی۔ گزشتہ دنوں، مشہور جریدے "اِکنامسٹ" (Economist) نے امریکہ کی افغانستان سے رخصتی پر ایک طویل رپورٹ مرتب کی، جسے دو اہم تجزیہ نگاروں نینسی لنڈسی فرین (Nancy Lindis Frame) اور جوناتھن نیل (Jonathan Neale) نے تحریر کیا ہے۔ اس رپورٹ کا آغاز اس فقرے سے ہوتا ہے۔"A lot of nonsense about Afghanistan is being written in Britain and United States" برطانیہ اور امریکہ میں اس وقت افغانستان کے بارے میں بے شمار (واہیات، واہی تباہی، بیہودہ گوئی، لغویات اور بکواس) لکھی جارہی ہے۔ (لفظ "نان سینس" کے اس سے زیادہ سخت ترجمے بھی موجود ہیں)۔ دونوں نے لکھا ہے کہ اس یاوہ گوئی کے پیچھے حقائق کو چھپایا جارہا ہے۔ انہوں نے چھ حقائق بیان کئے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ: "Saving Afghan Women is to Justify Occupation" افغان عورتوں کے تحفظ کو دراصل ملک پر قبضے کی دلیل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ طالبان کو گزشتہ ڈیڑھ سال سے انہی دو شیطانی حربوں سے ڈرایا جارہا تھا۔ وسیع البنیاد حکومت بناؤ اور "عورتوں کے حقوق" کا خیال رکھو تو بچ جاؤ گے ورنہ بھوک تمہارا پیچھا کرے گی۔

لیکن مومن کی بصیرت، جس کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا! "مومن کی فراست سے ڈرو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" (سنن ترمذی)، رکھنے والے طالبان کے سامنے گزشتہ ڈیڑھ سال میں تین اہم سوالات تھے۔ (1)۔ کیا ہم شریعت کے اس راستے کو ترک کر دیں جس کی وجہ سے عالمی طاقتوں نے ہماری حکومت اُلٹی اور ہم نے بیس سال جنگ کی۔ (2)۔ کیا ایسے تمام لوگ جو بیس سال افغان عوام کے خلاف عالمی طاقتوں کے ساتھ مل کر لڑتے رہے، انہیں اقتدار میں حصہ دار بنایا جائے۔ (3)۔ کیا اس طرزِ زندگی (Life Style) کو اپنا لیا جائے جس کے تحفظ کیلئے جارج بش اور ٹونی بلیئر نے مل کر ہم سے جنگ کا اعلان کیا تھا اور یا پھر اللہ کے بتائے ہوئے طرزِ زندگی (Life Style) پر ہی قائم رہ کر حکومت بنائی جائے۔ 15 اگست 2021ء کو کابل میں فاتحانہ طور پر داخل ہونے والے طالبان نے جب 24 دن بعد 7 ستمبر کو اپنی عبوری حکومت کا اعلان کیا تو جہاں انہوں نے ان تمام شیطانی ترغیبات کے جھانسے میں آنے سے انکار کیا، وہیں انہوں نے ان تمام کھوکھلے سیاسی، معاشی اور عسکری تجزیہ نگاروں کے خواب بھی چکنا چور کر دیئے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ ان کی حکومت میں وہی محترم

اور معزز ہو گا جس کی اللہ کے راستے میں جہاد اور نظامِ اسلام کے نفاذ کیلئے خدمات زیادہ ہوں گی۔

طالبان نے سب سے پہلے اس نظام کو ٹھکرایا جو مغرب نے اسلامی شریعت کے نفاذ کو روکنے کیلئے، جمہوریت کے ملغوبے سے ترتیب دیا تھا۔ اس نظام میں دراصل اللہ کی شریعت نہیں بلکہ پارلیمنٹ اور آئین سپریم کہلاتا ہے اور اسلامی شرعی عدالت اور نظریاتی کونسل جیسے بے ضرر ادارے قائم کئے جاتے ہیں۔ طالبان نے آج سے آٹھ سال قبل جس امیر المومنین شیخ الحدیث مولانا ہبتہ اللہ اخوندہ زادہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، از روئے شریعت طالبان نے انہیں ہی اپنی حکومت کا سربراہ قرار دے کر ایسی تمام افواہوں کا گلا گھونٹ دیا جو نظامِ حکومت اور طالبان کی تنظیم کے بارے میں پھیلائی جارہی تھیں۔ طالبان حکومت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ ان کے امیر المومنین تک عالمی طاقتوں کی رسائی بہت کم ہوتی ہے۔ معاملات نیچے بنائے گئے انتظامی ڈھانچے سے طے کئے جاتے ہیں مگر فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اور صرف امیر المومنین کے پاس ہوتا ہے، جیسا کہ مُلا محمد عمرؒ کے پاس تھا۔ مُلا محمد عمر مجاہدؒ کے دَور میں نائب رئیس الوزارۃ مُلا محمد حسن اخوند تھے اور موجودہ حکومت میں بھی وہ رئیس الوزارۃ ہیں۔ مگر یہ مُلا محمد حسن آج بھی عالمی برادری کی نمائندہ اقوامِ متحدہ کی بلیک لسٹ پر ہے۔ پوری کابینہ میں دس افراد ایسے ہیں جو امریکہ اور عالمی برادری کو مطلوب ہیں۔ وہ عالمی برادری اور امریکہ جو کابل ایئرپورٹ سے اپنے افراد کو نکالنے کیلئے اتنی بے بس تھی کہ پاکستان سے مدد مانگ رہی تھی۔

وسیع البنیادی کا طعنہ دینے والوں کے منہ پر ایک طمانچہ قاری فصیح الدین ہیں جنہیں آرمی چیف بنایا گیا ہے جو نسلاً تاجک ہیں، یعنی احمد شاہ مسعود اور عبداللہ عبداللہ کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بدخشاں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کے بدخشانی شیعہ 1996ء کی طالبان حکومت میں وزراء اور گورنر بھی تھے۔ نائب وزیر اعظم مُلا عبدالسلام حنفی ازبک ہیں اور دوستم کی قوم سے ہیں جب کہ وزیر خزانہ قاری دین محمد تاجک ہیں۔ لیکن ہمارے تجزیہ نگاروں کے سینوں میں اس وقت تک ٹھنڈک نہیں پڑ سکتی جب تک ازبک کا نمائندہ دوستم، اور تاجک کا نمائندہ عبداللہ عبداللہ حکومت میں شامل نہ ہو۔ طالبان کہتے ہیں کہ ایسا کرنا ان کے نزدیک نہ صرف شہداء کے خون سے غداری ہو گی بلکہ اسلامی شریعت کے نفاذ کے مقصد سے بھی منہ موڑنے کے مترادف ہو گا۔ یہ ہے صبغتہ اللہ۔ اللہ کا رنگ، جو ایک جیسا ہوتا ہے۔ اس میں دورنگی نہیں ہوتی۔ طالبان فخر سے اپنے حکمران کو صدر کی بجائے امیر المومنین کہتے ہوئے شرماتے نہیں اور اپنے نظام کو شریعت کہنے میں بھی انہیں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔

قصہ ایک صدی کا:

# ۱۹۱۹ کے راولپنڈی سے ۲۰۲۰ کے دوحہ تک

از: عرفان صدیقی

معروف برطانوی اخبار ”دی گارڈین“ (The Guardian) کا نامہ نگار، بین ڈوہرٹے (Ben Doherty) 31 اگست کے شمارے میں بتاتا ہے

”دو دہائیوں کے بعد، کسی طمطراق سے عاری اور کسی فاتحانہ تفاخر سے محروم، آخری امریکی فوجی بھی افغانستان سے رخصت ہو گیا۔ پیر کی رات، تاریک بیں سبز روشنی میں ڈوبے، میجر جنرل کرس ڈوناہو (Chris Donahue) کے پاؤں میں پڑے افغانستان کی سرزمین کو چھوڑنے والے دو آخری بوٹ تھے۔ وہ ائرفورس سی 17 کی عقبی ڈھلوان سے طیارے میں سوار ہو گیا۔ جو نہی، جنگی وردی میں ملبوس، سر پر ہیلمٹ سجائے، دائیں ہاتھ میں رائفل تھامے، 82 ویں ائر بارن ڈویژن کا کمانڈر طیارے میں داخل ہوا، افغانستان میں عاقبت نااندیشانہ امریکی مہم جوئی، اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ پانچ امریکن سی۔17 طیاروں میں سے آخری طیارے کے پہیے، ٹھیک گیارہ بج کر انسٹھ منٹ پر افغانستان کی مٹی کو چومتے ہوئے فضا میں بلند ہوئے تو امریکی سپاہ کے کمانڈر میجر جنرل ڈوناہو نے اپنے سپاہیوں کو آخری پیغام بھیجا۔

“I am proud of you all،Job well done”

”منصوبہ عمدگی سے تکمیل پا گیا۔ مجھے تم سب پر فخر ہے۔“

معلوم نہیں امریکی سپاہ کے کمانڈر کا اشارہ، بیس سال پر محیط امریکی منصوبے کی طرف تھا، یا شکست خوردہ فوج کے انخلاء کی طرف، لیکن اگست 2021ء کا آخری سورج طلوع ہونے سے قبل، جب نصف شب کا چاند کابل کے پہاڑوں سے جھانک رہا تھا تو تاریخ کی لوح پر ایک نیا باب رقم ہو رہا تھا۔ اس باب کا سرنامہ بھی نوع انسانی کی صدیوں پر محیط تاریخ کا وہی دیرینہ سبق تھا کہ ”کسی مقصد بلند سے عاری طاقت، مقصد سے آراستہ جذب و جنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

یہ سبق نہ پہلے کسی نے یاد رکھا نہ آئندہ رکھے گا۔ طاقت کی اپنی نفسیات ہوتی ہے۔ فیضان سماوی سے محروم طاقتیں بالعموم اندھی، گونگی اور بہری ہوتی ہیں۔ نہ وہ مدمقابل کے خدوخال دیکھتی، نہ اس سے کلام کرتی اور نہ اس کی دلیل سنتی ہیں۔ طاقت کا زعم اور طاقت آزمائی کا جنوں، طاقت کی وہ کمزوری ہے جو اسے نفع وضرر اور سود و زیاں کے گوشواروں سے بے نیاز

کر دیتی ہے۔ خدا فراموشی، خود سری اور رعونت کے تند خو گھوڑوں پر سوار یہ قوتیں، تصوراتی فتح کے پھریرے لہراتی اپنے حریف پر جھپٹتی ہیں۔

اپنے بارود خانے کے زور پر سب کچھ تاخت و تاراج کر دیتی ہیں لیکن دلوں میں آزادی کی تڑپ رکھنے والی زندہ قوموں کا جذبہ، میزائلوں، بموں اور ڈرونز کی پہنچ سے بہت دور ہوتا ہے۔ برسوں بعد جب یہی جذبہ آہن و فولاد پر جھپٹتا ہے تو دیکھنے، سننے اور بولنے کی ساری صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ پرانے زمانے کی تاریخ میدان جنگ میں حریف کی بکھری لاشوں، جلتے خیموں، ٹوٹتی طنابوں اور راکھ کے ڈھیروں کو عبرت کا باب بناتی تھی۔

جس طرح آج بگرام اور کابل کے ہوائی اڈوں پر امریکہ کے ٹینک، گاڑیاں، طیارے، ہیلی کاپٹر، ساز و سامان جنگ اور نیم سوختہ اسلحہ کے انبار، بیس سال کے سفر نامراد کا نوحہ کہہ رہے ہیں۔ زعم طاقت میں مبتلا قوتوں کو طاقت آزمائی کے لئے کسی معقول دلیل، بہانے یا جواز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہو بھی تو وہ بھیڑیے اور میمنے کی صدیوں پرانی کہانی دہراتی ہوئی اپنے ہدف پر چڑھ دوڑتی ہیں۔

گیارہ ستمبر کو ٹھیک بیس سال ہو جائیں گے۔ اسی دن نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے دو فلک بوس مینار زمین بوس کر دیے گئے۔ غضبناک امریکی صدر، جارج ڈبلیو بش نے اعلان کیا۔ ”۔ یہ ایک طویل مہم ہو گی۔ ایسی مہم جو پہلے کسی نے نہیں دیکھی۔ اس مہم میں ٹیلی ویژن سکرین پر دکھائی دینے والے ڈرامائی حملے بھی شامل ہوں گے اور ایسے زیر زمین خفیہ آپریشن بھی جن کی کامیابی صیغہ راز میں رکھی جائے گی۔ دنیا کے ہر گوشے میں بیٹھے ہر ملک کو آج فیصلہ کرنا ہو گا۔ یہ فیصلہ کہ کیا وہ ہمارے ساتھ ہے یا دہشت گردوں کے ساتھ۔ طالبان فوری طور پر دہشت گرد ہمارے حوالے کر دیں۔ نہیں تو انہی دہشت گردوں جیسے انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔ دہشت گردی کا ارتکاب کرنے والوں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔ ایسا نہ ہوا تو انصاف کو ان تک پہنچا دیا جائے گا۔“

7 اور 8 اکتوبر 2001ء کی درمیانی شب، روئے زمین کی سب سے قہرناک اور جدید ترین اسلحہ خانے سے لیس، خون آشام سپر پاور، کرہ ارض کی سب سے مفلوک الحال، سب سے پسماندہ، سب سے پامال اور سب سے کم وسیلہ قوم پر حملہ آور ہوئی۔ تین دہائیوں پر محیط جنگوں سے نڈھال، زخم خوردہ افغانستان، اکتوبر کی خنک چاندنی اوڑھے سو رہا تھا۔ جب چیختا چنگھاڑتا امریکی انصاف، کروز میزائلوں، لڑاکا طیاروں، آتش گیر بموں کو جلو میں لیے، بہ یک وقت کابل، جلال آباد، قندھار اور مزار شریف پر حملہ آور ہوا۔ طالبان کی حکومت ختم ہو گئی۔ وہ عام لوگوں جیسے ہی تھے سو عام لوگوں میں تحلیل ہو گئے۔ اقوام متحدہ کا پروانہ جاری ہوا عالمی افواج امریکی کروسیڈ کا حصہ بن گئیں۔ نیٹو اتحاد بنا۔ کیل کانٹے سے لیس ایک لاکھ سے زائد سورما داد

شجاعت دینے آ پہنچے۔ امریکہ کٹھ پتلیاں تراشنے لگا۔ پھر مستقبل میں طالبان جیسی مخلوق کو کچلنے کے لئے ایک افغانی سپاہ تیار کی گئی۔ کھربوں ڈالر اس بے ننگ و نام تماشے کی نذر ہو گئے۔

انہی دنوں میری ملاقات اسلام آباد میں افغان سفیر ملا عبد السلام ضعیف سے ہوئی۔ اس مرد درویش نے کہا تھا۔ ”امریکہ کے مٹھی بھر اتحادی دراصل اس کے غلام ہیں۔ امریکہ اور اس کے یہ غلام نہیں جانتے کہ انہیں اس یلغار کی ایسی قیمت ادا کرنا پڑے گی جس کا وہ اس وقت تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ ملا ضعیف کے یہ جملے 10 اکتوبر 2001ء کو روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہونے والے میرے کالم کا حصہ تھے جس کا عنوان تھا۔ ”انصاف! افغانستان کی دہلیز پر۔“

ملا عبد السلام ضعیف کے ذکر سے مجھے اس بے چہرہ جنگ میں پاکستان کے کردار کی المناک کہانی یاد آ گئی۔ ملا ضعیف کے ساتھ ہم نے کیا سلوک روا رکھا، اس کی کہانی اب کتابی شکل میں چھپ چکی ہے۔ قومی ننگ و نام سے عاری، حیا باختہ خود سپردگی کا یہ مظاہرہ پرویز مشرف نامی شخص نے کیا جو اس وقت تمام ریاستی، حکومتی اور عسکری مناصب اعلیٰ پر فائز تھا۔ چشم زدن میں اس نے اپنی سرزمین، اپنی بندرگاہیں، اپنے ہوائی اڈے، اپنی فضائیں، اپنی تنصیبات، اپنی انٹیلی جنس حتیٰ کہ قومی حمیت بھی امریکیوں کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔

اپنی نوکری کے لئے پاکستان کے آئین کو چشم زدن میں روند ڈالنے والا شخص اپنے وطن اور اپنی قوم کی آبرو کے تحفظ کے لئے کچھ نہ کر پایا۔ تین یا چار بنیادی مطالبات کے لئے امریکہ نے بطور احتیاط سات نکاتی فہرست پیش کی۔ ایک ٹیلی فون کال پر اس نے ساتوں مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس نے اپنی کتاب میں ہزاروں افراد امریکہ کے حوالے کرنے اور ان کے عوض کروڑوں ڈالر وصول کرنے کو اپنی دستار فضیلت میں تفاخر کی کلغی کے طور پر سجایا۔

کوئی نہیں جانتا امریکہ کے حوالے کیے گئے افراد کون تھے؟ کہاں ہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ اس شرمناک خود فروشی کے عوض ملنے والے ڈالر کتنے تھے اور کس تجوری میں پڑے ہیں۔ فرصت ملے تو لمحہ بھر کو سوچیے گا کہ اگر یہ سب کچھ عوام کے کسی منتخب وزیر اعظم نے کیا ہوتا تو اس کا نام میر جعفر اور میر صادق کی صف میں لکھا ہوتا اور ہمارے ٹی۔ وی مبصر آج بھی اس کی ہڈیاں چچوڑ رہے ہوتے۔

امریکہ میں جارج ڈبلیو بش، بارک اوباما، ڈونلڈ ٹرمپ اور جو بائیڈن مختلف النوع سوالات کی زد میں ہیں۔ میڈیا امریکی صدور کی قبائیں نوچ رہا ہے۔ مغرب میں بھی تلخ و شیریں مباحثہ زوروں پر ہے۔ ہمارے ہاں کوئی نہیں جو ایک ڈکٹیٹر کی فدویانہ، بزدلانہ اور کنیزانہ خود سپردگی کے بارے میں کوئی معصوم سا سوال بھی پوچھے۔ ہماری قومی سلامتی کا راز یہی ہے کہ سوال مت پوچھو۔ ہم نے سقوط ڈھاکہ پر کسی کی بازپرس نہیں کی تو امریکی جنگ میں مشرف کے کردار پر کیا انگلی اٹھائیں؟

روس سے لڑنے والے مجاہدین یا امریکہ سے پنجہ آزمائی کرنے والے طالبان میں لاتعداد خامیاں ہوں گی۔ روشن خیال، ترقی پسند، جمہوریت پسند، حقوق نسواں کے نگہبان، انسانی حقوق کے علمبردار اور اخلاقیات کے پیغمبرانہ منصب پر فائز واعظین کے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے۔ سب دلیلیں، سب اعتراض سر آنکھوں پر لیکن تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی تو ہے۔ وہ تاریخ انسانی کے عظیم مزاحمت کار بھی تو ہیں۔ چالیس برس کے دوران طاقت کے زبردست عدم توازن کے باوجود دنیا کی دو سپر پاور سے لڑنے اور اپنی سرزمین کا کامیاب دفاع کرنے والے آشفتہ سروں کے لئے ہمارے پاس کوئی ایک بھی حرف ستائش کیوں نہیں؟ ان کے آبا و اجداد برطانوی راج سے لڑے۔ ۱۹۱۹ء میں معاہدہ کرکے انگریز ہمیشہ کے لئے تائب ہوگیا۔ ۱۹۸۸ء میں جینیوا معاہدے کے ذریعے قبائے صد چاک کی بخیہ گری کا سامان کرتا روس دس سالہ ہزیمت کا پشتارہ اٹھائے رخصت ہوا۔ اور اب امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت، بیس برس تک پہاڑوں سے سر پھوڑنے کے بعد دوحہ معاہدہ کی سیاہ چادر میں شکست سے چور چہرہ چھپائے واپس چلا گیا۔ دنیا میں اتنی خونخوار سپر پاور کو سرنگوں کرنے والی اقوام کتنی ہیں؟

وہ تاریخ عالم کے عظیم مزاحمت کار بھی تو ہیں۔ جابروں کے خلاف مزاحمتی شاعری کرنے، جانباز کرداروں کے قصیدے رقم کرنے، انقلابی ترانے لکھنے، مزاحمت کی داستانوں پر ڈرامے بنانے اور فلمیں تخلیق کرنے والے، آتش بجاں افغانیوں کو یہ اعزاز دینے کے لئے کیوں تیار نہیں؟ کیا صرف اس لئے کہ ان کے چہروں پر گھنی داڑھیاں اور ان کے سروں پر بھاری پگڑیاں ہیں؟

یا اس لئے کہ وہ لمبی عبائیں پہنتے اور کندھوں پر چادریں ڈالتے ہیں؟ یا اس لئے کہ وہ اللہ رسول ﷺ اور جہاد کا نام لیتے ہوئے کسی احساس کم تری کا شکار نہیں ہوتے؟ بھلے ان کے چہروں، ان کی عباؤں، ان کی قباؤں اور ان کی دستاروں پر زمانے بھر کی سیاہیاں تھوپ دو لیکن انہیں نشہ قوت میں بدمست سپر پاور کی گردنیں مروڑنے والے مزاحمت کار تو تسلیم کرلو۔ گارڈین اگر افغانستان کو "سلطنتوں کا قبرستان" لکھ رہا ہے تو تمہارے قلم کی روشنائی کیوں خشک ہوگئی؟ تمہاری زبانوں میں کیوں لکنت آگئی ہے؟ راولپنڈی، جینیوا، دوحہ تمہارے لئے استعارے کیوں نہیں بن رہے؟

گارڈین ہی کے مطابق طالبان نے امریکیوں سے کہا تھا۔ "گھڑیاں تمہاری کلائیوں پر بندھی ہیں، لیکن وقت ہماری مٹھی میں ہے۔" وقت ہمیشہ انہی کی مٹھی میں ہوتا ہے جو آزادی اور صداقت کے لئے مرنے کی تڑپ رکھتے ہیں۔ یہی تڑپ ان کے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرتی ہے اور اپنے سے سو گنا بڑی طاقت سے لڑا دیتی ہے۔ 11 ستمبر 2001 کو نیویارک میں دو مینار گرے تھے۔ بیس برس بعد امریکہ کا مینار پندار بھی زمین بوس ہوگیا ہے۔

آج ،افغانستان اور پاکستان اپنے قدیم اسلامی پس منظر،کثیر مسلم آبادی اور وسیع رقبے کے ساتھ امت کی نئی تاریخ رقم کرر ہے ہیں اور مستقبل میں ان خطوں کا یہ کردار مزید اہم ہو جائے گا۔اس لیے میں چاہوں گا کہ سب سے پہلے آپ اس بات کا ادراک کریں کہ آپ کہاں کھڑے ہیں، آپ ایک مرکزی نقطے پر ہیں، بلکہ یوں سمجھ لیں کہ آپ سٹیج کے بیچ کھڑے ہیں اور پوری دنیاء کی نظریں آپ پر ہیں۔شاید آپ کو بھی اس بات کا اندازہ ہو چکا ہو کہ یہی وہ خطے ہیں جہاں امت کی نئی تارخ رقم ہونے والی ہے ۔یہ سارا انتشار اور بدنظمی اسی کی عکاسی کرتا ہے، البتہ آخر میں جو نتیجہ حاصل ہو گا اس کے لیے ہم سب کو مل کر کوشش کرنی ہو گی۔

شیخ انور العولقی شہید رحمہ اللہ